جملہ حقوق محفوظ ہیں

كانت بنو إسرائيل تسوسهم الأنبياء عليهم السلام كلما هلك نبي خلفه نبي وإنه لا نبي بعدي وسيكون الخلفاء فيكثرون (الحديث)

مسئلہ خلافت و حکومت کی تحقیق و توضیح

اور مودودی صاحب کے

صحابہ کرام پر بے بنیاد و رکیک الزامات

کا

مُدلّل جواب

مؤلفہ علامہ محمد عبد الستار تونسوی

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو
کہ در مغز دو صد خر فکر انسانی نمے آید
اقبال

ناشر

شعبہ تالیف و تصنیف مدرسہ عربیہ جامعہ عثمانیہ رجسٹرڈ تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان

كانت بنو إسرائيل تسوسهم الأنبياء عليهم السلام كلما هلك نبي خلفه نبي وإنه لا نبي بعدي وسيكون الخلفاء فيكثرون (الحديث)

مسئلہ خلافت و حکومت کی تحقیق و توضیح

اور مودودی صاحب کے

صحابہ کرامؓ پر بے بنیاد و رکیک الزامات

کا

مدلل جواب

علماء دیوبند کے علوم کا پاسبان
دینی و علمی کتابوں کا عظیم مرکز ٹیلیگرام چینل
حنفی کتب خانہ محمد معاذ خان
درس نظامی کیلئے ایک مفید ترین ٹیلیگرام چینل

مؤلفہ علامہ محمد عبد الستار تونسوی

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو
کہ در مغز دو صد خر فکر انسانی نمے آید — اقبال

ناشر

مکتبہ تالیف و تصنیف مدرسہ عربیہ جامعہ عثمانیہ رجسٹرڈ تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

امّا بعد! یہ چند سطور رضاءِ الٰہی کے پیشِ نظر اپنے مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی کے لیے مسلکِ اہل السُّنة والجماعة کے مطابق کتاب وسُنّت، اور سلفِ صالحین کے ارشادات کی روشنی میں مسئلہ خلافت وملک (حکومت) کی حقیقت بیان کرنے کے لیے لکھی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

اہلِ سنت کا امتیازی نشان وشان یہی ہے کہ وہ کتاب وسنت کی تعلیمات وہدایات کو ہی اپنا دین وایمان سمجھتے ہیں۔ اور کتاب وسُنّت کی تعبیر وتشریح اور تفسیر وتوضیح وہی معتبر اور صحیح سمجھتے ہیں جو کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے شاگردانِ عظام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سمجھائی پڑھائی تھی۔ اور پھر اُن کے ذریعہ تابعین وتبع تابعین ائمہ مجتہدین تک بالتواتر والتسلسل کسی انقطاع وانفصال کے بغیر چلی آ رہی ہے۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی حضرات کے متعلق ارشاد فرمایا ہے خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ۔ تو ان قرونِ مشہود لہم بالخیر سے جو کچھ دین کے متعلق منقول ہے اس کو علماءِ اہل السُّنة نے ہمیشہ ہر تحریف وتغیر سے

محفوظ رکھنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو اہلِ حق کے دامن سے وابستہ رکھے آمین۔

مودودی صاحب کی "خلافت و ملوکیت"

اس موضوع پر ہمارے ملک میں جماعتِ اسلامی کے لیڈر ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے جدید طرز پر ایک کتاب لکھی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرامؓ پر رکیک حملے کیے گئے ہیں کہ وہ حضرات خلافتِ اسلامیہ کو مٹانے اور غیر دینی ملوکیت کو لانے کا سبب بنے۔ جس کے باعث آج تک مسلمانوں کو اسلامی خلافت پھر کبھی نصیب نہیں ہوئی۔ (خلافت ملوکیت ص ۱۵۳۔ ۱۵۹) عوام الناس کے سامنے جماعتِ اسلامی کا مقصدِ وجود یہ بیان کیا جاتا رہا کہ بے دینی، بدتہذیبی، بے حیائی، فحاشی، عریانی، ظلم و ستم جھوٹ فریب کو مٹانے اور اسلامی دینی حکومت کو قائم کرنے کے لیے منظم سعی کی جائے۔

امیرِ جماعتِ اسلامی کی غیر اسلامی "خدمت"

اس کتاب کی اشاعت کے بعد عام مسلمان اور بالخصوص فہمیدہ و سنجیدہ لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ جماعت کے امیر اور لیڈر نے یہ کتاب لکھ کر کون سی اسلام کی خدمت کی ہے اور آئینِ اسلامی کو نافذ

ع ۵ جس کے متعلق وہ خود بھی معترف ہیں کہ "میں نے دیانت امانت اور صحتِ تحقیق میں قابلِ اعتماد بزرگانِ دین پر انحصار کرنے کی بجائے اپنی آزادانہ رائے قائم کرنے کا راستہ اختیار کیا۔" (خلافت ملوکیت ص ۳۲۰)

CamScanner

کرنے اور بے دینی و بدتہذیبی اور جرائم و فواحش کو مٹانے کی کون سی کوشش فرمائی ہے۔ بلکہ اس کے ذریعہ تو اُلٹا یہ بُرا اثر پڑا ہے کہ جب رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے تعلیم و تربیت یافتہ صحابہ کرام رضؓ نے آئینِ اسلامی کو بدلا، شریعت کی حدیں توڑ دیں۔ کتاب و سُنت کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی، سیاست کو دین پر بالا رکھا، حلال حرام تک کی تمیز نہ رہی۔ اپنے رشتہ داروں کو بڑے بڑے عہدے دیے اور غریبوں محتاجوں کی بجائے ان کو بیت المال سے عطیے دے کر اسلامی نظام میں جاہلیت کو گھس آنے کی غلط پالیسی پر عمل کیا اور شراب، جھوٹ، فریب، رشوت تک کو استعمال کیا۔ اور یہ سب کچھ کرنے کرانے کے باوجود وہ حضرات سچے پکے حقیقی مؤمن بہشتی اور رحمت و مغفرتِ دائمی اور رضاءِ الٰہی اور جنت کے اعلیٰ درجات کے مستحق ہیں تو پھر موجودہ دور کے حکمران و افسران اس قسم کے اعمال و افعال کو کیوں خلافِ اسلام و ایمان سمجھیں گے۔ اور کس لیے انکو ایسے کاموں پر ملامت کی جائے گی۔ اور کیا مودودی صاحب حضراتِ صحابہ کرام رضؓ سے زیادہ ایمان دار صالح جماعت تیار کر کے تیرہ سو سال کے مُردہ اسلامی آئین کو زندہ کرلائیں گے۔ علاوہ ازیں مودودی صاحب نے جو کچھ صحابہ کرام کے خلاف لکھا ہے، کوئی دشمنِ صحابہؓ روافض خوارج اور ملحدین و مستشرقینِ یورپ میں سے اس سے زیادہ کیا لکھے گا۔ بلکہ اِس ملک کے شیعہ تو اپنے اسٹیجوں، تقریروں اور تحریروں میں اِس کتاب کے حوالے دے دے کر عوام کو بھکا رہے ہیں۔ حتیٰ کہ حضرت صدیقؓ و فاروقؓ

کی خلافت کو بھی غیر دینی اور غیر اسلامی حکومت دکھا رہے ہیں۔ کیونکہ جناب مودودی صاحب کے نظریہ کے مطابق اسلامی خلافت کا دارو مدار جمہوریت پر ہے۔ مگر ان دونوں حضرات کے لیے جمہوری انتخاب نہیں ہوا کیونکہ حضرت صدیقؓ کے لیے اہلِ مدینہ میں سے سقیفہ بنو ساعدہ میں چند حاضرین نے ہی انتخاب کر ڈالا تھا نہ کہ تمام جمہور نے۔ اور پھر حضرت عمرؓ کو تو صرف حضرت ابوبکرؓ ہی نے خلیفہ بنا ڈالا۔ تو اسلامی خلافت کے لیے جمہوریت کا جو قاعدہ مودودی صاحب نے وضع کیا ہے اس کے پیشِ نظر شیعہ مسلک بالکل برحق ہے کہ نہ صدیقِ اکبرؓ کی خلافت صحیح تھی اور نہ فاروقِ اعظمؓ کی۔

اسلام کا نظام شورائی ہے نہ کہ جمہوری

درحقیقت اسلام میں جمہوریت کی بجائے شوریٰ ہے۔ جو اہلِ رائے اہلِ عدل، اہلِ علم یعنی اہلِ حل و عقد باہمی مشورہ سے غیر منصوص احکام یعنی مباحات یا مختلف الوجوہ جائز معاملات میں سے کسی واحد صورت کی تعیین کریں وہ تو مستحسن اور مامور بہا ہے مگر یہ ہر کہ ومہ، مرد و زن، معاملہ فہم و نافہم، ہر ہر گھر کا ہر ہر فرد، تابع متبوع، لواحق محتاج اور ملک کا ہر جوڑ ڈاکو مفسد شریر غنڈہ وغیرہ وغیرہ سے رائے لینے کا جمہوری نظریہ اہلِ اسلام کے نزدیک ہرگز شوریٰ کا مصداق نہیں۔ یہ مغرب کی اندھی تقلید ضرور ہے اسلام کا اس سے کوئی جوڑ اور تعلق نہیں۔ اس سے خلافِ اسلام نظریات وخیالات اور آئین و قوانین تو معرضِ وجود میں آسکتے ہیں مگر اسلامی آئین

کبھی ایسی جمہوریت کے ذریعہ نہ آیا اور نہ کبھی لایا جا سکتا ہے۔ علامہ اقبال بیچارے نے مسلمانوں کو اسی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا ؎

گریز از طرزِ جمہوری غلامِ پختہ کارے شو
کہ در مغزِ دو صد خر فکرِ انسانی نمے آید

یعنی اس جمہوری طرز سے دُور رہ صرف پختہ کار اسلامی امیر و امام کا تابع رہ۔ کیونکہ دو سو گدھوں کے دماغ میں ایک انسان کی طرح سوچنے سمجھنے کی قوۃ واہلیت نہیں آسکتی۔ علاوہ ازیں شیاطین کے مکالمہ میں بھی علّامہ اقبالؒ نے آئینِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں تمام اشتراکی، جمہوری، صدارتی پارلیمانی طریقوں کو شیطانی آئین قرار دے کر مسلمانوں کو اِن سے بچنے کی ترغیب دی ہے۔ بہرحال اسلامی شوریٰ اور ملک کے ہر شہری ہر مرد و زن اور ہر کہ و مہ کی جمہوری رائے میں زمین و آسمان کا فرق ہے جو اہلِ علم سے مخفی نہیں۔ آج اسلامی شوریٰ سے جمہوریت کو ثابت کیا جا رہا ہے۔ توکل اسلامی شوریٰ سے اشتراکیت کو ثابت کیا جا کر اسلام کو اشتراکیت کا علَم بردار ہمارے جدید مجتہد صاحبان قرار دیدیں گے۔

جمہوریّت مودودی صاؔ کی نگاہ میں معبودِ باطل ہی

آپ کو تعجب ہوگا کہ جمہوریت کے علَم بردار مودودی صاحب نے اس سے پہلے خود جمہوریت کو لات منات، شرک و بت پرستی فرمایا تھا اور جمہوریت سے کافرانہ حکومت قائم ہونے کا خیال بڑے زور شور سے ظاہر فرمایا تھا۔ چنانچہ سیاسی کشمکش حصہ سوم میں لکھا۔" جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں...... صـ۱۷۵ و صـ۱۷۶

یہاں جمہوری نظام قائم ہو جائے تو اس طرح حکومتِ الٰہی قائم ہو جائے گی اکا گمان غلط ہے۔ دراصل اِس کے نتیجہ میں جو کچھ حاصل ہوگا وہ صرف مسلمانوں کی، کافرانہ حکومت ہوگی"۔

اِس سے ماقبل یہ الفاظ بھی اِسی سیاسی کشمکش حصہ سوم میں لکھے ہیں"۔ جو لوگ روح اور اخلاق کے اعتبار سے مسلم نہ ہوں، بلکہ محض اصطلاحی نسلی حیثیت سے مسلمان ہوں، ... اگر ان کے جمہور کو خود اپنی پسند کے مطابق نظام حکومت قائم کرنے کا پورا اختیار حاصل ہو تب بھی حکومتِ الٰہی وجود میں نہیں آسکتی۔ وہ اپنے دنیاوی مفاد کے پرستار ہوتے ہیں۔ وہ حق کو چھوڑ کر ہمیشہ اُس طرف جاتے ہیں جس طرف اُن کی اغراض پوری ہوں"۔

نیز سیاسی کشمکش حصہ سوم میں ہے کہ" امپریلزم (انگریزی اقتدار) کے اِلٰہ کو ہٹا کر ڈیموکریسی... (جمہوریت) کے اِلٰہ کو بُت خانۂ حکومت میں جلوہ افروز کیا جائے۔ لات گیا، منات آگیا۔ ایک جھوٹے خدا نے دوسرے جھوٹے خدا کی جگہ لے لی"۔ اِن حوالجات پر غور کیجیے۔ جب کہ مودودی صاحب جمہوریت کو بُت اور لات کی بجائے منات اور مسلمانوں کی کافرانہ حکومت تک لکھتے رہے تو وہ اب کیسے کسی مسلمان کی حکومت کو جمہوریت نہ ہونے کی بنا پر غیر اسلامی غیر دینی، خلافِ اسلام ہونے کا فتویٰ صادر فرماتے ہیں۔

نیز سیاسی کشمکش حصہ سوم ص۲۷ پر لکھتے ہیں"۔ ان کی کثرتِ رائے کے ہاتھ میں باگیں دے کر اگر کوئی شخص یہ امید رکھتا ہے کہ گاڑی اسلام کے راستہ پر چلے گی تو اس کی خوش فہمی قابلِ داد ہے"۔

نیز اس سے زیادہ تعجب ناک چیز جو جمہوریت کے خلاف جناب مودودی صاحب نے لکھی تھی حسب ذیل ہے۔ "امیر کو حق ہوگا کہ وہ پوری مجلسِ شوریٰ کی اکثریت کے ساتھ اتفاق کرے یا اقلیت کے ساتھ۔ اور امیر کو یہ حق بھی ہوگا کہ پوری مجلس سے اختلاف کرکے اپنی رائے پر فیصلہ کرے۔" (دودستوری خاکے ص۲۹) جب مودودی صاحب کے نزدیک امیر کو شرعاً اتنا حق ہے کہ پوری قوم اور پوری مجلسِ شوریٰ سے اختلاف کرکے اپنی رائے پر فیصلہ کرسکتا ہے تو پھر جمہوریت کا آپ کے نزدیک کیا مقام رہ گیا کہ اسلامی خلافت کا دارومدار جمہوریت پر ہو۔

اہلِ حق کا نظریۂ خلافت

جہاں تک خلافتِ راشدہ یا اس کے بعد آج تک اہلِ حق مسلمانانِ عالم کا نظریہ خلافتِ اسلامی کے متعلق ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں پر امام و خلیفہ کا نصب و انتخاب لازم ہے۔ اگر مختلف جہات اور مختلف ممالک میں مسلمانوں کی متفرق و متعدد حکومتیں ہوں تو ان سب پر واجب ہے کہ ایک متفقہ عالمی شورائی مجلس (وفاق) بنائیں، تب اسلامی خلافت اور حکومتِ الٰہی کا صحیح قیام اور اقامتِ دین کی اصلی و شرعی صورت ہوگی اس کے بغیر مسلمانوں کی قومی حکومتیں تو ہوں گی اور جتنا جتنا اسلام کے مطابق ان کا قانون و عمل ہوگا اتنے تک تو ان کو اسلام کے مطابق کہا جائے گا، لیکن کامل مکمل اسلامی نظام اور خلافتِ الٰہی کا قیام ہرگز اس مذکورہ بالا قسم کے وفاق کے بغیر ممکن نہیں۔ اِس دَور کی مروجہ جمہوریت

یعنی تمام امصار و دیار کے مسلمانوں کے جملہ افراد کی جمہوری رائے کا اسلام میں غیر ضروری اور غیر لازم ہونا سیّدنا حسنؓ و سیّدنا حسینؓ و دیگر صحابہؓ و تابعین کے عمل سے اظہر من الشمس ہے۔ کیونکہ سیّدنا حسنؓ نے خود خلافت جناب امیر معاویہؓ کے سپرد کر دی۔ اور یہ نہ کیا کہ تمام مسلمانوں کو اختیار دیتے کہ تم جس کو چاہو خلیفہ منتخب کر لو۔ میں دست بردار ہوں۔ آپ کے اِس عمل کو صحابہ کرامؓ اور تابعین نے بہ نظرِ استحسان دیکھا اور کوئی انکار و اعتراض نہ کیا۔ نیز سیّدنا علیؓ نے حضرت معاویہؓ کو صاف لکھا انما الشوریٰ للمہاجرین والانصار۔ نہ آپ نے اہلِ مکہ کے جمہور کا حق سمجھا، نہ اہلِ عراق کا اور نہ اہلِ شام کا۔ کیونکہ اُس وقت اہلِ حل و عقد مہاجرین و انصار ہی تھے۔

مودودی صاحب کی لفظی تعلّی اِس مختصر تمہیدی گذارش کے بعد، مودودی صاحب کی کتاب پر جب کوئی مسلمان انصاف سے تحقیقی نگاہ ڈالتا ہے تو اس کی حیرت و استعجاب کی انتہا نہیں رہتی کیونکہ جو بزرگ اپنے آپ کو اتنے تک محتاط و محقق لکھتا ہے کہ (۱) "نہ میں مسلکِ اہلِ حدیث کو اس کی تمام تفصیلات کے ساتھ صحیح سمجھتا ہوں اور نہ حنفیت و شافعیت ہی کا پابند ہوں۔" (رسائل و مسائل حصہ اول ص۲۳۵)

(۲) "میرے نزدیک اہلِ علم آدمی کے لیے تقلید ناجائز اور گناہ بلکہ اس سے بھی شدید تر چیز ہے۔" (〃 〃 ص۲۴۴)

(۳) "میں نے دین کو حال یا ماضی کے اشخاص سے سمجھنے کی بجائے ہمیشہ قرآن و سنت سے سمجھنے کی کوشش کی ہے"۔ (ترجمان۔ مارچ تا جون ۱۹۴۵ء)

CS CamScanner

(۴) "تم سے یہ کس نے کہا کہ قرآن کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ اور اپنے لیے انسانوں کی لکھی ہوئی کتابوں کو کافی سمجھو۔ اس بازپرس کے جواب میں امید نہیں کہ کسی عالمِ دین کو کنز الدقائق اور ہدایہ اور عالمگیری کے مصنفین کے دامنوں میں پناہ مل سکے گی۔" (حقوق الزوجین ص۹۶)

غور فرمائیے جو بزرگ قرآن و سُنت کا اتنا شیدائی فدائی ہے کہ کسی کی تقلید کو جائز نہیں سمجھتا، حتیٰ کہ اشخاصِ ماضی جو صحابہ کرامؓ سے لے کر ائمہ مجتہدین اور بعد کے سلفِ صالحین اور ہر دَور کے مجدّدین تک کو شامل ہے کسی سے بھی دین کو سمجھنا اپنے لیے جائز نہیں سمجھتا، بلکہ براہِ راست قرآن و سُنت سے سمجھتا ہے۔ گویا اشخاصِ ماضی، بزرگانِ دین قرآن و سنت کو ہاتھ نہ لگاتے تھے۔ اور ہدایہ و کنز اور عالمگیری کے مصنفین خلافِ قرآن اپنی کتابوں میں درج کر گئے ہیں جس کے باعث کسی عالمِ دین کو اس بازپرس کے جواب میں ان کے دامنوں میں پناہ نہ ملے گی کہ تم نے قرآن کو ہاتھ نہ لگایا تھا اور اِن کتابوں میں خلافِ قرآن جو لکھا تھا اس کو مانتے رہے۔ العیاذ باللہ۔

اور جو بزرگ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ تک کی تقلید و پابندی کو گناہ سے شدید تر کہتا لکھتا ہے اس نے اپنی یہ کتاب "خلافت ملوکیت لکھتے وقت اور اس میں چار خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافتِ راشدہ کے بعد تمام صحابہ و تابعین و تبع تابعین اور تمام مسلمانوں کو اب تیرہ سو سال گذرنے تک غیر دینی، غیر اسلامی ملوکیت کا قائم دائم رکھنے والا ثابت کیا ہے۔ اور اسی بات کو ثابت کرنے کے لیے مودودی صاحب نے حضور

پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ اور فیضانِ نبوت کے تزکیہ وتصفیہ سے آراستہ پیراستہ شاگردان صحابۂ کرامؓ کو سبائی روافض کذاب راویوں کی خرافات وکذبات سے ملوث ومطعون کرنے میں ذرا بھی ہچکچاہٹ ورکاوٹ محسوس نہیں فرمائی۔

کجا آں شورا شوری کجا ایں بے نمکی

آخر یہ ملوکیت کا لفظ آپ نے قرآن کریم کی کن آیات میں ملاحظہ فرمایا، یا احادیثِ طیّبہ اور سنتِ سنیہ علیٰ صاحبہا اَلف صلوٰۃ وتحیۃ کے ذخائر میں سے کتنی روایات میں ملوکیت کے الفاظ اور اس کے متعلقہ خطرات کا مطالعہ فرماکر آپ نے خلافتِ راشدہ کے بعد ساری امت پر ملوکیت، غیر دینی سیاست اور شریعت کی حدیں توڑنے والی حکومت کا محققانہ اور آزادانہ فتویٰ لگایا۔

جو شخص قرآن وسنت کے سوا کسی بزرگ سے دین کی بات سمجھنا روا نہیں رکھتا اور انسانوں کی لکھی ہوئی کتابوں کو ہاتھ لگانا قرآن وسنت کو ہاتھ نہ لگانا فرماتا ہے وہ قرآن وسنت میں کسی جگہ لفظِ ملوکیت ثابت فرمائے کہ فلاں آیت میں لفظ "ملوکیت" وارد ہے۔ یا فلاں فلاں حدیث میں ــــ لفظِ "ملوکیت" آیا ہے۔ اس لفظ کی عربی زبان میں استعمال کی صحت وعدمِ صحت کا سوال دوسرا ہے۔ لیکن اس سے قطعِ نظر یہ دیکھنا چاہیے کہ جو بزرگ لیڈر، صحابۂ کرامؓ تک کو اس لفظ سے مطعون کر رہا ہے۔ اور انسانوں کی کتابوں کو ہاتھ لگانا اور ان کی تقلید کرنا گناہ سے شدید تر مانتا ہے، آیا وہ خود یہ لفظ انسانوں کی کتابوں سے لے آیا ہے یا خدا تعالیٰ کی کتاب اور رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم

کی احادیث میں اِس لفظ کو دیکھ کر اس کا مصداق صحابہ کرامؓ اور بعد کے تمام مسلمانوں کو بنا کر غیر دینی خلافِ اسلام حکومت قائم کرنے کا ذمہ دار ٹھیرایا ہے؟

ملوکیت کا لفظ

جہاں تک ہماری معلومات اور معمولی سے مطالعہ کا تعلق ہے قرآن مجید اور احادیثِ طیبہ میں کسی جگہ لفظِ ملوکیت وارد نہیں ہوا۔ اب جناب مودودی صاحب اور آپ کی جماعت کے اہلِ علم بارگاہِ الٰہی میں جانے سے پہلے اس بات پر غور فرمالیں کہ انھوں نے کیوں خداتعالےٰ کی کتاب اور رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ کر یہ لفظ صحابہ کرامؓ اور تمام امت کے لیے بعض انسانوں کی لکھی ہوئی کتابوں سے لے کر اُن کو مطعون ومجروح کیا۔

قرآن کریم اور احادیثِ طیبہ میں مُلک۔ مَلِک۔ ملوک۔ امام۔ ائمہ۔ خلیفہ خلفاء۔ سلطان۔ سلاطین۔ امیر۔ اُمراء کے الفاظ تو وارد ہیں۔ مگر لفظِ ملوکیت نہیں ہے۔

مودودی صاحب کا عملی تسفّل

درحقیقت مودودی صاحب نے یہ لفظ آیات واحادیث سے تو نہیں لیا، بلکہ مستشرقین سے یا تاریخ کی کتابوں سے لیا ہے۔ اس لیے اس کی تشریح اور توضیح بھی اہلِ اسلام کے خلاف مستشرقین اور سبائی ملحدین کے طرز پر فرمائی ہے۔ ورنہ اسلام میں یہ ہرگز نہیں کہ تیس سالہ خلافتِ راشدہ کے بعد جو حکومت مسلمانوں کی ہوگی وہ ضرور غیر اسلامی غیر دینی حکومت (ملوکیت) ہوگی۔ اور نہ اسلام میں کتاب اللہ

اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں خلیفہ و خلفاء کا لفظ اسلامی دینی حکومت کے سربراہوں کے لیے خاص کیا گیا ہے اور نہ لفظِ ملوک و مَلِک اور مُلک غیر اسلامی حکومت یا کافرانہ حکومت کے سربراہوں کے لیے خاص کیا گیا ہے۔

قرآن و حدیث میں خلیفہ و ملک وغیرہ مترادف الفاظ ہیں

بلکہ قرآن کریم اور احادیث اور عام محاورات و استعمالاتِ عرب میں خلیفہ و خلفاء۔ امام ائمہ۔ مَلِک۔ ملوک، سلطان، سلاطین امیر امراء یہ سب الفاظ اپنے مصداق میں مترادف و ہم معنی ہیں۔ جو کسی قوم اور ملک کے بڑوں اور سرداروں اور سربراہوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ اِن میں سے کوئی لفظ مؤمن مسلم عادل وصالح کے لیے مخصوص و معین نہیں اور نہ کوئی لفظ کافر و فاسق اور غیر مسلم یا مسلم ظالم وغیرہ کے لیے مخصوص و معین ہے اور نہ یہ ہے کہ اسلامی نظام اور شرعی قوانین و آئین کو نافذ کرنے والے مسلمانوں کے لیے کوئی لفظ معین و مخصوص ہے۔ اور نہ کوئی لفظ غیر شرعی، اور غیر دینی حکومت برپا و جاری کرنے والوں کے لیے خصوصی طور پر مستعمل و مقرر ہے بلکہ ہر لفظ ہر قسم کے سربراہِ حکومت اور رئیسِ مملکت کے لیے مستعمل ہے۔ مندرجہ ذیل آیات و روایات اس حقیقت کو نمایاں طور پر ثابت کر رہی ہیں:۔

۱۔ خلفاء و خلیفہ

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (پ ۱)	تحقیق میں زمین میں خلیفہ (حضرت آدم علیہ السلام کو) بناتا ہوں۔

(۲) وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ (پ۱۸)

اللہ تعالےٰ نے اُن لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو تم (مظلوم و بے کس صحابہؓ) میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کیے کہ ضرور ان کو زمین میں خلیفہ بناؤں گا۔

(۳) يَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ (پ۲۳)

اے داؤد (علیہ السلام) تحقیق ہم نے تجھ کو ملک میں خلیفہ بنایا۔

(۴) جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ (پ۸)

اللہ تعالیٰ نے تم (مسلموں اور غیر مسلموں) کو زمین میں خلیفہ بنایا۔

(۵) وَاذْكُرُوْا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ (پ۸)

اے قوم عاد (کافرو) تم کو نوح (علیہ السلام کے بعد خلفاء بنایا۔

(۶) وَاذْكُرُوْا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ (پ۸)

اے قوم ثمود (کافرو) یاد کرو جب کہ تم کو عاد کے بعد خلفاء بنایا۔

(ب) ملک و ملوک

(۱) اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا (پ۲)

تحقیق اللہ تعالےٰ نے طالوت کو ملک مقرر کیا ہے۔

(۲) قَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ (پ۲)

داؤد (علیہ السلام) نے جالوت کو قتل کیا، اور اللہ تعالےٰ نے داؤد (علیہ السلام) کو ملک دے دیا۔

CamScanner

(٣) وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا وَّاٰتٰكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ (پ۶)

(موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو فرمایا) اللہ تعالیٰ کا انعام یاد کرو جبکہ تم میں سے انبیا بنائے اور تم کو ملوک (بادشاہ) بنایا اور تم کو ایسی نعمتیں دیں جو عالمین میں کسی ایک کو نہیں دیں۔

(۴) قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ (پ۳)

کہہ — (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اے اللہ تو ملک کا مالک ہے تو دیتا ہے ملک و حکومت جس کو چاہتا ہے اور چھین لیتا ہے ملک جس سے چاہتا ہے (نیک و بد۔ مؤمن و کافر۔ امیر و فقیر کا کوئی سوال نہیں)

(ج) امام و ائمہ

(۱) اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (پ۱)

تحقیق میں تجھے (اے ابراہیم علیہ السلام) لوگوں کا امام بناتا ہوں۔

(۲) وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا۔ (پ۱۷)

ہم نے انکو (انبیا علیہم السلام کو) امام بنایا تھا جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے۔

(۳) قَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ (پ۱۰)

ان کفر کے اماموں (کفار کے بڑے بڑے رئیسوں) سے لڑائی کرو۔

(۴) وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ

ہم نے ان کو (فرعون و ہامان کو) ائمہ

اِلَى النَّارِ	و سردار بنایا تھا، جو دوزخ کی طرف بلاتے تھے۔
(پ ۲۰)	

احادیثِ طیبہ میں بہ کثرت یہ الفاظ وارد ہیں، اللہ تعالٰے فرماتے ہیں:۔

انا مالك الملوك و ملك الملوك	میں بادشاہوں کا مالک اور بادشاہوں کا ملک اور بادشاہ ہوں۔

حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کو بحری لڑائی لڑنے کی وجہ سے بہشتی ہونے کی خوش خبری سُنائی اور ان کے حق میں ارشاد فرمایا کہ وہ ایسے ہیں جیسے کالملوك علی الاسرۃ (صحیح بخاری) جیسے ملوک و بادشاہ اپنے شاہی تختوں پر بیٹھے ہوں۔

السلطان ظل الله فی الارض	سُلطان (بادشاہ مسلمان) زمین میں اللہ تعالیٰ کا ظل و سایہ ہے۔ یعنی جس کے ذریعہ آرام و عیش حاصل ہوتا ہے۔
من اهان سلطان الله فی الارض اهانه الله	جو شخص سلطان اللہ (مسلمان بادشاہ) کی اہانت کرے اللہ تعالٰے اس کو ذلیل کرے گا۔
افضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر	سب سے افضل جہاد سُلطانِ جائر وظالم کے سامنے حق بات بیان کرنا ہے۔
اذا كان امراءكم خياركم	جب تمہارے امراء وحکام نیکوکار ہوں

واذا کان امراءکم شرارکم	اور جب تمہارے امراء و حکام شریر و بدکار ہوں۔
لا یزال الدین عزیزًا منیعًا الی اثنا عشر خلیفۃً کلھم من قریش	بارہ خلیفوں کے دَور و عہد میں دین غالب و بلند ہوگا جو کہ سارے قریش میں سے ہوں گے۔
کانت بنو اسراءیل تسوسھم الانبیاء علیھم السلام وانہ لا نبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون الحدیث	بنی اسرائیل کی سیاست اور انتظام امور انبیاء علیہم السلام کرتے تھے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور میرے بعد خلفاء ہوں گے جو کثیر تعداد میں اور بہت ہوں گے۔ الخ

تو ان آیات واحادیث سے یہ بات صراحۃً ثابت ہوتی ہے کہ اِن سب الفاظ امام، امیر، خلیفہ، مَلِک، سلطان کے مصداق میں اِس قسم کا کوئی فرق نہیں کہ مَلِک و سلطان تو غیر اسلامی حکومت کے سربراہ اور بڑے سردار کے لیے مخصوص ہو۔ اور خلیفہ و امام و امیر اسلامی حکومت کے سربراہ و سردار کے لیے مخصوص و معین ہو۔

اِن آیات واحادیث کے بعد اب خاص طور پر اُن احادیثِ طیبہ کو سامنے رکھیے جو کہ خاص طور پر خلافت و مُلک کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ جن میں خلافت و ملک کے الفاظ تو ضرور وارد ہیں لیکن لفظِ "ملوکیت" کا کہیں نام و نشان نہیں ملتا۔ اور پھر اس کے ساتھ ساتھ اس چیز پر بھی غور کیجیے کہ خلافت و

ملک کے بیان فرمانے سے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد کیا ہے۔ یہ احادیث حسبِ ذیل ہیں :-

(۱) عن سفینۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول الخلافۃ ثلٰثون سنۃً ثم یکون مُلکًا۔ ثم یقول سفینۃُ امسك خلافۃ ابی بکرؓ سنتین وخلافۃ عمرؓ عشرۃ وعثمانؓ اثنتی عشر وعلیؓ ستۃ۔	حضرت سفینہؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے تھے میں نے حضرت نبی علیہ السلام سے سُنا کہ آپؐ فرماتے تھے، خلافت (خاصہ موعودہ) تیس ۳۰ سال ہوگی۔ پھر ملک (خلافتِ عامہ بادشاہی) ہوگی۔ حضرت سفینہؓ نے فرمایا شمار کر۔ خلافتِ ابوبکرؓ دو ۲ سال۔ اور خلافتِ عمرؓ دس سال۔ اور خلافتِ عثمانؓ بارہ ۱۲ سال اور خلافتِ علیؓ چھ ۶ سال۔

(رواہ احمدُ الترمذی وابوداؤد۔ مشکوٰۃ ص ۴۶۳)

(۲) سمعت سالم بن عبداللہ بن عمر یحدث عن ابیہ انّ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کان یقول ان اللہ بدأ ھذا الامر (ای امر الاسلام) حین بدأ	حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ فرماتے تھے۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے امرِ دین کو جس وقت شروع فرمایا تو نبوت و رحمت سے شروع فرمایا اس کے بعد دین کا معاملہ خلافت و رحمت کی طرف پھرے گا۔ اس کے

نبوۃ ورحمة ثم يعود الى خلافة ورحمة ثم يعود الى سلطان ورحمة ثم يعود ملكا ورحمة ثم يعود جبرية الخ (مستدرك الحاكم ص۴۷۳ ج۴)

بعد سلطان و رحمت کی طرف اس کے بعد ملک و رحمت کی طرف پھرے گا اس کے بعد حکومتِ جبریہ ہو گی۔ (جو جبر اور قہر و غلبہ سے ہو گی)۔

سکت عنه الحاكم والذهبی فی تلخيصه وحديث المستدرك اذا لم يتعقب بشئ لايكون اقل من الحسن وهذا الموقوف فی حكم المرفوع لان الحوادث الآتية لامدخل فيها للرأی وقول الصحابی فيما لايدرك بالرأی مرفوع حكما صرح به الاصوليون۔

(۳) عن ابی عبیدۃؓ ومعاذؓ بن جبل عن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال ان هذا الامر بدأ نبوۃ و رحمة ثم يكون خلافة ورحمة ثم ملكا عضوضا ثم كائن جبرية وعتوا و فسادا فی الارض يستحلون الحرير والفروج والخمور

حضرت ابو عبیدہؓ اور معاذ بن جبل رض جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق یہ امر دین نبوت و رحمت سے شروع ہوا پھر خلافت و رحمت ہو گی پھر کاٹنے والی بادشاہت ہو گی۔ پھر جبری قہر و غلبہ اور سرکشی و فساد والی حکومت ہو گی۔ جو کہ ریشم اور شرمگاہوں اور شرابوں کو حلال کی

يُرزقون على ذلك و ينصرون حتى يلقوا الله رواه البيهقي (مشكوٰة ص۴۶)

طرح استعمال کریں گے۔ باوجود ان باتوں کے اُن کو رزق بھی دیا جائے گا اور نصرت و تائید غیبی بھی حاصل ہوتی رہے گی، حتی کہ اللہ تعالیٰ کے پاس مر کر پہونچیں گے۔

(۴) وعن حذيفة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تكون النبوة فيكم ما شاء الله ان تكون ثم يرفعها الله تعالى ثم تكون خلافة على منهاج النبوة ما شاء الله ان تكون. ثم يرفعها الله تعالى۔ ثم تكون مُلكاً عاضاً فتكون ما شاء الله ان تكون ثم يرفعها الله تعالى ثم تكون ملكاً جبرية فيكون ما شاء الله ان يكون ثم يرفعها

حضرت حذیفہؓ نے فرمایا۔ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا تم لوگوں میں نبوت اُس وقت تک موجود ہوگی جب تک اللہ تعالیٰ چاہیگا پھر اللہ تعالےٰ نبوت کو اٹھالے گا۔ پھر خلافت نبوت کے منہاج وطریقہ پر ہوگی جب تک اللہ تعالےٰ چاہے گا۔ پھر اللہ تعالےٰ اس خلافت کو اٹھالیگا پھر ملکِ عاض ہوگا جب تک اللہ تعالےٰ چاہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کو اٹھالے گا۔ پھر ملکِ جبریہ ہوگا جب تک اللہ تعالےٰ چاہے گا۔ پھر اللہ تعالےٰ اس کو اٹھالے گا۔ پھر خلافت نبوت کے منہاج وطریقہ پر ہوگی—

CamScanner

الله تعالیٰ ثم تکون خلافة علیٰ منہاج النبوة ثم سکت الخ (مشکوٰة ص۴۶۱)

پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یارا وی، خاموش ہو گئے۔ یہ خبریں قیامت تک کے لیے ہیں۔ یہ آخری خلافت منہاجِ نبوت پر حضرت مہدی علیہ الرحمۃ اور عیسیٰ علیہ السلام کی ہو گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

(۵) عن عبد اللہ بن مسعودؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال تدور رحی الاسلام لخمس وثلاثین اوست وثلاثین او سبع وثلاثین فان یھلکوا فسبیل من ھلك وان یقم لھم دینھم یقم لھم سبعین عاما قلت اما بقی او مما مضی قال مما مضی۔ رواہ ابوداؤد۔ (مشکوٰة ص۴۶۵)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا تھا اسلام کی چکی پینتیس ۳۵ یا چھتیس ۳۶ یا سینتیس ۳۷ سال تک چلتی رہے گی (اسلام قوت پر ہو گا) پس اگر لوگ ہلاک ہوں گے تو ان کا راستہ انہی لوگوں کا سا ہے جو پہلے ہلاک ہوئے۔ اور اگر ان کے لیے دین قائم و مضبوط رہے گا تو ستر سال تک رہے گا۔ میں نے پوچھا یہ ستر سال باقی ماندہ سالوں میں سے یا گذشتہ سالوں کے ساتھ مراد ہیں۔ تو فرمایا گذشتہ سالوں کے ساتھ ہیں۔

اس حدیث شریف کا مقصد عموماً تو سن ہجری پینتیس ۳۵ سینتیس ۳۷ تک لیا گیا

ہے۔ لیکن بعض محدثین و بزرگانِ دین نے خلافت کے ۳۵ پینتیس ۳۶ چھتیس سال مراد لیے ہیں۔ اس لیے محبوب سبحانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے اپنی کتاب "غنیۃ الطالبین" میں خلافت کے ۳۶ چھتیس سال مراد لیے ہیں۔ لکھتے ہیں :-

"اور حضرت معاویہؓ کی خلافت کا ثبوت ایک طریق سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ مبارک سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی چکی پینتیس چھتیس سال تک چلتی رہے گی اس حدیث میں چکی سے مراد قوتِ اسلام ہے۔ اور ۳۰ تیس برس سے جو پانچ برس زائد کا بیان ہے وہ حضرت معاویہؓ کا زمانہ ہے۔" (اردو ترجمہ غنیہ۔ ص ۱۳۳-۱۳۴)

(۶) عن ابی بکرۃ ان رجلا قال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأیت کان میزانًا نزل من السماء فوزنت انت و ابوبکر فرجحت انت و وزن ابوبکر و عمر فرجح ابوبکر و وزن عمر و عثمان فرجح عمر ثم رفع المیزان فاستآلھا رسول

حضرت ابوبکرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا میں نے (خواب میں) دیکھا گویا کہ ایک ترازو آسمان سے اتری جس میں آپ کو اور ابوبکر صدیق کو تولا گیا تو آپ ترجیح اور زیادتی لے گئے۔ پھر ابوبکر و عمر کو تولا گیا تو ابوبکر ترجیح لے گئے۔ پھر عمر و عثمان کو تولا گیا تو عمر ترجیح لے گئے۔ پھر وہ میزان (ترازو) اٹھالی گئی۔ اس

الله صلی الله علیه وسلم یعنی فساءه ذلک فقال خلافة نبوة ثم یؤتی الله الملک من یشاء۔
رواه الترمذی وابوداؤد
(مشکوٰۃ ص ۵۶۰)

خواب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مغموم ہوئے اور پھر فرمایا، یہ خلافتِ نبوۃ ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں گے ملک وحکومت عطا کریں گے۔

اِس حدیث شریف کے ذریعہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافتِ نبوّۃ کے بعد جو "ملک" آجانے کی خبریں دی ہیں ان کا معنی اور مقصد واضح فرما دیا ہے کہ خلافتِ نبوّت کے بعد اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا ملک وحکومت دے گا۔ جو عام قانونِ قدرت ہے۔ وَاللّٰہُ یُؤْتِیْ مُلْکَہٗ مَنْ یَّشَآءُ۔

(۷) عن ابی هریرة رضؓ عن النبی صلی الله علیه وسلم قال کانت بنو اسرائیل تسوسهم الانبیاء علیهم السلام کلما هلک نبی خلفه نبی وانه لا نبی بعدی وسیکون الخلفاء فیکثرون قالوا فما تأمرنا قال فوا ببیعة الاوّل،

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی سیاست وحکومت انبیاء علیہم السلام کرتے تھے جب کوئی نبی گزر جاتا تو اس کے بعد دوسرا نبی اس کی جگہ بھیجا جاتا۔ اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ اور ضرور خلفاء ہوں گے جو بہت سے ہوں گے۔ عرض کیا گیا، ہم مسلمانوں کو کیا حکم ہے۔ ارشاد فرمایا

فالاوّل اعطوھم حقھم فان اللہ سائلھم عما استرعاھم۔ متفق علیہ (مشکوٰۃ صـــ۳۲۰)	تم ہر اگلے پچھلے کی بیعت میں وفاداری و تابعداری کرتے رہو۔ اور اُن کے حقوق پورے ادا کرو۔ پھر اللہ تعالےٰ اُن سے ان کی رعیت کے متعلق خود سوال فرمائیں گے۔
(۸) عن جابر بن سمرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یزال الاسلام عزیزًا الیٰ اثنی عشر خلیفۃً کلھم من قریش الخ متفق علیہ (مشکوٰۃ صـــ۵۵۰)	جابر بن سمرۃؓ کہتے ہیں۔ میں نے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپؐ فرماتے تھے دینِ اسلام، عزت و غلبہ سے رہے گا بارہ خلیفوں کے دور میں جو سارے کے سارے قریش میں سے ہوں گے۔ (بخاری ومسلم)
(۹) عن شریح بن عبید قال ذکر اھل الشام عند علیؓ وقیل العنھم یا امیر المؤمنین قال لا انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الابدال یکونون بالشام	شریح بن عبید کہتے ہیں سیدنا علیؓ کے ہاں اہلِ شام کا ذکر ہوا تو آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اے امیر المؤمنین ان پر لعنت کیجیے تو سیدنا علیؓ نے فرمایا۔ نہیں۔ کیوں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ فرماتے تھے کہ اَبدال شام میں

وهم اربعون رجلا كلما مات رجل ابدل الله مكانه رجلا - يسقى بهم الغيث وينتصر بهم على الاعداء ويصرف عن اهل الشام بهم العذاب

(مشکوٰۃ ص۵۸۲)

ہوتے ہیں۔ اور وہ چالیس مرد ہیں۔ جب کوئی اُن میں سے فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا ابدال بناتے ہیں جن کی برکات سے بارشیں آتی ہیں اور جن کی برکات سے فتح و نصرت حاصل ہوتی ہے اور جن کی برکت سے اہلِ شام سے عذاب ہٹایا اور دور رکھا جاتا ہے۔ (اُس وقت ابدال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ صحابہؓ تھے جو شام میں حضرت معاویہؓ کے ساتھ تھے۔

(۱۰) عن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم رايت عمودا من نور خرج من تحت راسي ساطعا حتى استقر بالشام -

(مشکوٰۃ ص۵۸۳)

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا، میں نے اپنے سر کے نیچے نور کا، ایک عمود (ستون) بلند ہوتے دیکھا جو چڑھتے اور بڑھتے ہوئے شام میں جا کر ٹھیرا۔ (تو یہ نور غلبۂ اسلام و حکومتِ اسلامی کا ہے)

(۱۱) عن ابی الدرداء قال قال رسول الله صلى الله

حضرت ابو الدرداءؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ یقول انا اللہ لا الٰہ الا انا مالک الملوک وملک الملوک قلوب الملوک فی یدی الخ (مشکوٰۃ ص۳۲۳)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں میں تمام ملوک و شاہوں کا مالک ہوں اور تمام ملوک کا مَلِک و بادشاہ ہوں۔ اور تمام ملوک کے دل میرے قبضہ میں ہیں۔

جس طرح اس حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو مَلِکُ الملوک فرمایا ہے اسی طرح قرآن مجید کی سورۂ فاتحہ میں قراءتِ متواترہ مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ دونوں طرح ہے۔ یعنی "یوم دین" قیامت کا مَلِک و بادشاہ اللہ تعالیٰ ہے۔

تو مذکورہ بالا آیات و احادیث سے یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ لفظِ "مُلک" یا لفظِ "ملوک" و "مَلِک" کے کسی پر اطلاق کرنے سے ہرگز ہرگز یہ مراد نہیں ہوتی کہ اس کی حکومت خلافِ اسلام یا غیر دینی حکومت ہے۔ کیونکہ لفظِ "مَلِک" و "خلیفہ" ہر دو، حضراتِ انبیاء کرام علیہم السلام تک پر اطلاق کیے گئے ہیں۔ داؤد علیہ السلام کے متعلق ہے:۔

قَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ

داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ملک داؤد علیہ السلام کو دے دیا۔

اور دوسری جگہ قرآن مجید میں فرمایا:۔

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً	اے داؤد علیہ السلام ہم نے تجھے خلیفہ بنایا۔

اسی طرح موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو فرمایا :۔

يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ	اے قوم اللہ تعالٰے کی نعمت جو تم پر
اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ	ہوئی اس کو یاد کرو جب کہ تم میں انبیاء
فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ	علیہم السلام بنائے اور تم کو ملوک و
مُّلُوْكًا وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ	بادشاہ بنایا اور ایسی ایسی چیزیں دیں
يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ	جو دوسروں کو نہ دیں ۔
الْعٰلَمِيْنَ	

اور حدیث شریف میں صاف گزر چکا ہے کہ بنی اسرائیل کی سیاست و حکومت انبیاء علیہم السلام کرتے تھے ۔ تو انہی انبیاء علیہم السلام کو "ملوک" فرمایا گیا ہے۔

مذکورہ بالا احادیث میں جس طرح تیس سالہ خلافت کے بعد مُلک ہو جانے کی خبر دی گئی ہے اسی طرح بارہ خلفاءِ قریش کی بھی خبر دی گئی ہے۔ جن کے دَور میں اسلام غالب و باعزت ہوگا۔ نیز بہت سے کثیر خلفاء کے ہونے کی بھی خبر دی گئی ہے جو کہ امتِ مسلمہ میں انبیاءِ بنی اسرائیل علیہم السلام کی طرح سیاست و حکومت پر قابض و متصرف ہوں گے ۔

اسی طرح خلافت و رحمت کے بعد سلطان و رحمت اور ملک و رحمت کی بھی خبر دی گئی ہے ۔ اور میزان و ترازو والی حدیث میں یہ بھی فرمایا گیا ہے ۔ کہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تک تو خلافتِ نبوت ہوگی۔ پھر ملک ہوگا۔ اللہ تعالٰے جس کو چاہے گا دے گا۔ تو کیا اس حدیث کی وجہ سے کوئی شخص حضرت سیدنا

علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کو غیر دینی ملوکیت کہنے کی جرأت کر سکتا ہے؟ اسی طرح حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا دورِ حکومت بھی اسی مُلک میں ہے کیا ان پر بھی لفظِ "مُلک" کے اطلاق سے غیر دینی ملوکیت کہی جائے گی۔ اور چونکہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو بھی انتخابی شوریٰ کے ذریعہ حکومت نہیں ملی بلکہ سلیمان بن عبد الملک نے ان کو اپنے بعد خلیفہ مقرر کر دیا جس سے وہ تختِ حکومت پر متمکن ہوئے۔ اور یہ بات تو سراسر غلط ہے کہ ان کی خلافت انتخابی یا شورائی تھی اگرچہ انہوں نے خلافت ملنے کے بعد ایک تقریر اس قسم کی فرمائی تھی۔ مگر وہ تقریر محض دار الخلافہ کے چند لوگوں میں تھی جو اُن کے اپنے خیر خواہ اور خاندان کے آدمی تھے اور پہلے سے انہی کو چاہتے تھے۔ لیکن جس طرح آج کل کے جدید مجتہد حضرات خلافت و ملوکیت کے امتیاز و فرق کے متعلق اسلامی جمہوریت اور انتخابی خلافت کے دعوے دار ہیں اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ خود مستعفی ہو جاتے اور پھر اہلِ مدینہ۔ اہلِ مکہ۔ اہلِ شام۔ اہلِ عراق۔ اہلِ مصر وغیرہ کے اربابِ حلّ و عقد کو جمع کر کے شوریٰ کے ذریعہ کسی خلیفہ کا انتخاب کراتے۔ جب وہ سب آپ کو یا دوسرے کو منتخب کرتے تب شورائی انتخابی خلافت بنتی۔ مگر ایسا تو نہیں کیا گیا۔ اور پھر اس کے کچھ عرصہ بعد جب حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی ایک خارجی سے بحث ہوئی اور اس نے آخری سوال کیا کہ ایک عادل آدمی گوارا کر سکتا ہے کہ اس کا جانشین ایک ظالم ہو؟ جواب میں کہا کہ نہیں۔ تو خارجی نے کہا، کیا آپ اپنے بعد یزید بن عبد الملک کے حوالے یہ خلافت کر جائیں گے؟ انہوں نے کہا اس کے لیے تو میرا پیش رو سلیمان بن عبد الملک ....

ولی عہدی کی بیعت لے چکا ہے، اب میں کیا کر سکتا ہوں ۔۔۔۔۔۔۔ اس پر عمر بن عبد العزیزؒ لاجواب ہو گئے اور بار بار کہتے رہے کہ یزید کے معاملہ نے مجھے مار ڈالا۔ (خلافت و ملوکیت ص۱۹۱) تو اس ساری بحث میں عمر بن عبد العزیزؒ نے یہ تو نہ فرمایا کہ میں اب خلافت کو مسلمانوں کے شوریٰ و انتخاب پر چھوڑوں گا۔ علاوہ ازیں اپنے بعد انتخاب وغیرہ کی کوئی وصیت بھی نہ کی۔ بلکہ حکومت اُسی یزید بن عبد الملک کے سپرد کر گئے۔

جب عمر بن عبد العزیزؒ جیسے دین دار و متقی کو جن کے دَورِ خلافت کو جناب مودودی صاحب نے بھی "خلافت و ملوکیت" میں مبارک دَور لکھا ہے، آزادانہ انتخاب اور جمہوری انتخاب کے بغیر خلافتِ راشدہ کے تیس ۳۰ سالہ دَور کے بعد مُلک آجانے والے دَور میں ہونے کے باعث کسی طرح موجبِ طعن و مستحقِ قدح قرار نہیں دیا جا سکتا تو اسی طرح دوسرے خلفاء و ملوکِ اسلام بھی اِس لفظِ مُلک و ملوک کی وجہ سے یقیناً غیر دینی سیاست لانے اور شریعت کی حدیں توڑ دینے وغیرہ کے ملزم و مجرم نہیں قرار دیے جا سکتے۔

تو جس طرح لفظِ مُلک حضرت سیّدنا علیؓ کی خلافت پر بعض روایات میں اور حضرت سیّدنا حسنؓ کی خلافت پر وارد ہونے سے اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی خلافت کا دَور ملکِ عضوض میں ہونے سے ان حضرات کے مبارک ادوار کو غیر دینی یا غیر اسلامی کہنا غلط ہے اسی طرح دوسرے مسلمان خلفاء و امراء کو محض بوجہ لفظِ ملک و ملوک کے اطلاق سے ان کی حکومت کو

ملوکیت اور غیر اسلامی حکومت، اور حلال و حرام کی تمیز نہ کرنے والی حکومت اور شریعت کی حدیں توڑنے والی حکومت، سیاست کو دین پر بالا رکھنے والی حکومت قرار دینا بھی ہرگز صحیح نہیں۔ (خلافت و ملوکیت ص۱۴۳)

خلافت کی دو قسمیں

اب یہ سوال ضرور سامنے آئے گا کہ جب خلافتِ راشدہ کے تیس سالہ دَور کے بعد بھی خلفاء اور خلافت کا اطلاق احادیث میں بعد والے ملوک پر ہوا اور ہوتا رہا اور اس کا انکار ہو بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ خلفاءِ بنی امیہ اور خلفاءِ بنی عباس کی حکومت کو اور مصطفیٰ کمال سے پہلے ترکوں کی حکومت کو تمام مسلمان "خلافت" کہتے لکھتے رہے۔ تو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس ارشادِ گرامی کا کیا مقصد ہے کہ خلافت تیس سال ہے پھر ملک ہوگا۔ ملک و رحمت ہوگا۔ ملکِ عضوض ہوگا۔ ملکِ جبریہ ہوگا اور پھر خلافت منہاجِ نبوّت پر ہوگی۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو اس کے متعلق حقیقت یہ ہے کہ یہ اخبارِ غیب ہیں۔ جو قیامت تک کے متعلق ہیں جن کی تعیینِ اشخاص و اوقات اجتہادی و ظنّی ہے۔ منصوص و قطعی نہیں۔ اِن ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد ہمارے سلفِ صالحین عقائد کی کتابوں میں اور شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ نے ازالۃ الخفاء میں یہ نقل کیا ہے کہ خلافت دو قسم کی ہے۔ ایک خلافتِ عامّہ ملکیہ اور ایک خلافتِ خاصّہ موعودہ۔ خلافتِ خاصہ موعودہ صرف تیس سال تک ہے جو مظلوم صحابہؓ سابقینِ اوّلین کے گروہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ جو بعد میں کبھی کسی صحابی وغیر صحابی کے لیے نہیں ہوگی۔ اور وہ خلافتِ موعودہ ان ہی موعود لھم

صحابہ کرامؓ سابقینِ اوّلین کے لیے صرف تیس سال تک ہو گی۔ پھر خلافتِ عامّہ ملکیہ ہو گی۔ جو عام قانونِ قدرت اور سنّت اللہ کے مطابق وَاللّٰہُ یُؤْتِیْ مُلْکَہٗ مَنْ یَّشَآءُ (اللہ تعالےٰ جس کو چاہتے ہیں ملک و حکومت عطا کرتے ہیں) صحابی غیر صحابی۔ افضل مفضول۔ عادل صالح اور ظالم و فاسق وغیرہ جسے اللہ تعالےٰ چاہے گا دے گا۔ لیکن وہ موعودہ خلافت صرف اُن مخصوص مظلوم صحابہ مہاجرینِ اوّلین کی ہو گی جو بس تیس سال ہو گی وہ منہاجِ نبوّت پر ہو گی۔

خلافتِ خاصّہ کی خصوصیات

اس خلافتِ موعودہ خاصّہ علیٰ منہاجِ نبوّۃ کی علامات اور خصوصیات میں یہ ضروری ہے کہ خلیفہ افضلِ اہلِ زمان ہو جس کی فضیلت خود حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف ارشادات میں مذکور ہو۔ دوسرے اُس خلیفہ کا مغفور و جنّتی ہونا اور دائمی رضاءِ الٰہی کا مستحق ہونا بھی نصوص و احادیث سے ثابت ہو۔ کیونکہ نبی افضلِ اہلِ زمان اور قطعی جنّتی اور رضاءِ الٰہی کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوتا ہے۔ منہاجِ نبوّت پر جو خلیفہ ہو گا اس میں یہ امور شرعی دلائل سے ضرور ثابت ہوں گے۔ اسی لیے خلفاءِ اربعہ کی خلافت یقینی طور پر منہاجِ نبوّۃ پر ثابت ہوتی ہے۔ ان حضرات کے علاوہ باقی سب لوگوں کی حکومت خلافتِ عامّہ ملکیہ سلطان ورحمت، ملک ورحمت، ملکِ عضوض، ملکِ جبریہ وغیرہ میں علیٰ حسب الاعمال والاحوال والنیّات داخل و شمار ہو گی۔ جیسے بعد والے عام نیکوکار مسلمان۔ صحابہ کرامؓ اور خلفاءِ راشدینؓ کے

مقام و مرتبہ کو نہیں پا سکتے۔ اسی طرح بعد والے خلفاء و امراء بھی ان حضرات کی خصوصیات تک نہیں پہونچ سکتے۔ تیس ۳۰ سالہ خلافتِ موعودہ صرف اُن سعادت مند حضرات کے لیے تھی جن پر کفارِ مکہ نے طرح طرح کے ایسے وحشیانہ مظالم ڈھائے کہ جن کی نظیر و مثال تاریخِ عالم میں نہیں مل سکتی جس کے باعث وہ حضرات گھر بار چھوڑ کر مدینہ منورہ ہجرت کر کے چلے گئے۔ انہی مظلوم و بیکس صحابہ کرامؓ کے مقامِ رفیع اور مقبولیّتِ عنداللہ کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں اطمینان و سکون اور خلافت و حکومت عطا کرنے کی بِشارت سُنادی، فرمایا:-

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْـًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝	وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں سے جو تم (صحابہ کرامؓ) میں سے ایمان لاچکے ہیں اور عملِ صالح کیے ہیں کہ ضرور بالضرور اُن کو زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ جیسے کہ ان سے پہلے والے ایمان دار لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا۔ اور ضرور بالضرور مضبوط کر دے گا اُن کے لیے اپنے پسندیدہ دین کو۔ اور ضرور بالضرور ان کو بدل دیگا ان کے اس خوف و خطرہ کے بعد امن و اطمینان کی حالت۔ وہ میری عبادت کرتے رہیں گے۔ میرے ساتھ کسی کو

(پ۱۸ ، سورۃ نور) شریک نہ کریں گے۔ جو شخص اس کے بعد کفر کرے پس وہی لوگ فاسق ہیں۔

تو اِس جگہ اللہ تعالیٰ نے اُن وفادار و جاں نثار مظلوم و بے کس صحابہ کرامؓ کو بشارت اور خلافت کا وعدہ دیا ہے جو اللہ تعالیٰ کو اپنا رب کہنے کے جرم میں مظالم و مصائب کے پہاڑ اٹھا کر اپنے گھر بار، مال اموال، عزیز و اقارب سے نکالے گئے تھے۔ جیسا کہ لفظِ اٰمَنُوْا کے بعد مِنْکُمْ کا لفظ اسی بات پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ عام امت مراد ہوتی تو لفظِ مِنْکُمْ زائد اور بے فائدہ ہو جاتا۔ اور اللہ تعالیٰ کا کلام زائد و بے فائدہ لفظوں سے پاک و منزّہ ہے۔ دوسرے وَلَیُبَدِّلَنَّہُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِہِمْ اَمْنًا بھی صحابہ کرامؓ کی تخصیص پر واضح دلالت کرتا ہے۔ یعنی تم مظلوم و بے کس جاں نثار و وفادار صحابہ سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ضرور بالضرور تم کو خلافت عطا کرے گا اور ہر قسم کے خوف و خطر کو امن و امان سے بدل دیگا۔ اور تمہارے لیے اپنا پسندیدہ دین مضبوط و متمکن کر دے گا۔ حضرات مفسرین اور علماءِ دین اور محققِ دوراں شاہ ولی اللہ دہلویؒ وغیرہ نے آیت کا یہی مقصد بیان کیا ہے۔

مودودی صاحب کی تفسیر یا تحریف

لیکن اس جگہ نہایت تعجب مودودی صاحب جیسے بامطالعہ شخص پر ہے کہ اِس آیت سے ہر دَور کے ہر مسلمان کو خلافت میں حصہ دار مقرر فرماتے ہوئے خلافت و ملوکیت صفحہ ۳۵ پر لکھتے ہیں :-

" سورۂ نور کی آیت ۵۵ کے الفاظ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اس معاملہ میں صریح ہیں ۔ اس فقرے کی رُو سے اہلِ ایمان کی جماعت کا ہر فرد خلافت میں برابر کا حصہ دار ہے۔"

یہ آیت کی تعبیر و تفسیر ہوئی یا معنوی تحریف و تغییر؟

حیرت تو یہ ہے جب ہر مسلمان برابر کا حصہ دار ہے تو پھر حضرت معاویہؓ سے لے کر آج چودہ سو سال تک خلافتِ راشدہ کے تیس سالہ دَور کے بعد مودودی صاحب نے تمام مسلمانوں پر یہ الزام کیوں لگایا ہے کہ ان میں خلافت مٹ گئی اور ملوکیت یعنی غیر دینی حکومت آگئی ۔ اگر یہ صحیح ہے کہ خلافت نہ رہی تو پھر اللہ تعالٰے کا وعدہ کیسے سچا رہا ۔ جب کہ ہر فردِ مسلمان کو خلافت کے وعدہ میں حصہ دار جناب مودودی صاحب نے بنایا ہے تو خلافت کے مٹ جانے اور ملوکیت کے آجانے کے بعد اب تیرہ سو سال سے مسلمان اس وعدۂ الٰہی سے جب محروم پڑے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا کلام اور وعدہ کیسے سچا اور صحیح رہا ۔ العیاذ باللہ ۔

بہرحال اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انہی مظلوم سابقینِ اوّلین صحابۂ کرام کو تسلّی دی تھی اور خلافت کا ان سے وعدہ فرمایا تھا ، جس کے متعلق حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے تفسیر و تشریح فرمائی کہ ان حضرات کی یہ خلافتِ موعودہ خاصّہ صرف تیس ۳۰ سال تک ہوگی ۔ تو آیت میں عام امت براہِ راست مراد نہیں ۔ اگر عام امت مراد لی جائے تو اشکال ہوگا کہ نیک لوگوں کی بجائے ، کتنے بدکار لوگوں کو حکومت ملی اور ایمان دار صالحین پر کتنے کفار و اشرار کی

حکومت رہی وغیرہ۔

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے مظلوم صحابہ کرامؓ سے اس آیت میں خلافت کا وعدہ فرمایا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی موعودہ خلافت کے متعلق ارشاد فرمایا الخلافۃ ثلثون سنۃ ثم یکون ملکاً۔ الخلافۃ کا الف لام عہد کا بھی اسی طرف اشارہ ہے کہ یہ موعودہ خلافت ان مظلوم و بے کس صحابہ کرامؓ کی جو خوف و خطر کے حالات میں دینِ حق کے لیے قربانی و جاں فشانی کرتے رہے ان حضرات کی تیس سال تک ہوگی۔ اس کے بعد یہ خلافتِ موعودہ نہ رہے گی۔ بلکہ عام سنتِ الٰہی کے مطابق ملک و خلافت اور حکومت و ریاست ہوگی۔ یعنی وَاللّٰہُ یُؤْتِیْ مُلْکَہٗ مَنْ یَّشَآءُ جس کو اللہ تعالےٰ چاہے گا ملک و حکومت دے گا۔ جس میں افضل و مفضول اور صحابی و غیر صحابی۔ عادل و صالح اور فاسق و ظالم، ہر طرح کے خلفاء و امراء ہوسکیں گے جو عام افرادِ امت کی طرح اپنے اپنے اعمال و افعال کے ماجور و مسئول ہوں گے۔ بہرحال ان مذکورہ بالا اور اس قسم کی جملہ احادیث و روایات کا یہ مقصد ہرگز ہرگز اہلِ حق محدثین و فقہاء حضرات کے نزدیک نہیں کہ دینی و اسلامی حکومت و خلافت صرف تیس سال تک ہوگی۔ اور پھر اس کے بعد غیر دینی، خلافِ اسلام ملوکیت ہوگی۔ جو شریعت کی حدیں توڑنے والی اور کتاب و سنت کے صریح احکام کی، خلاف ورزی کرنے والی اور حرام و حلال کی تمیز نہ کرنے والی وغیرہ حکومت ہوگی۔ بلکہ ان روایات و احادیث کا مقصد یہ ہے کہ خلافتِ موعودہ قرآنیہ

خاص کر مظلوم صحابۂ کرامؓ کی تیئس سال تک رہے گی۔ پھر خلافت وحکومت ان موعود لہم صحابہ سابقین اولین مظلوم حضرات کی نہ رہے گی بلکہ عام قانونِ قدرت کے مطابق ثم یؤتی اللہ الملك من یشاء کے مطابق حکومت کا طریقہ جاری ہوگا۔ کہ اُن کو امراء۔ خلفاء۔ ملوک۔ سلاطین سب کچھ کہا جا سکتا ہے۔

حضرت صدیقِ اکبرؓ کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا۔ کہ نہ مجھے خلیفۃ الرسول کہو اور نہ خلیفۃ الخلیفہ کہو۔ بلکہ امیر المؤمنین کہنا کافی ہے اسی طرح حضرت معاویہؓ کے متعلق منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا انا اوّل الملوك اور ایک حدیث میں وارد ہے الخلافۃ بالمدینۃ والملك بالشام تو ان روایات کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ حضرت عمرؓ خلیفہ نہ تھے۔ بلکہ صرف امیر تھے۔ یا حضرت معاویہؓ صرف مُلک تھے، خلیفہ نہ تھے۔ اور شام میں خلافت نہ تھی۔ بلکہ سیدنا عمرؓ اور سیدنا امیر معاویہؓ کا مقصد تواضع وانکساری تھا۔ یعنی سیدنا عمرؓ اپنے آپ کو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیقِ اکبرؓ کی اعلیٰ صفات وکمالات سے بہت کم سمجھتے ہوئے ان کی خلافت ونیابت اور قائم مقامی کا پورا پورا حق ادا کرنے میں اپنی کمزوری وعاجزی کا اقرار و اظہار اس طور پر کر رہے تھے کہ مجھے اُن کا خلیفہ مت کہو۔ اور اسی طرح حضرت معاویہؓ نے علانیہ اپنے ایک خطبہ میں اقرار کیا کہ میں حضرت صدیق و فاروق وعثمانِ غنی رضی اللہ عنہم سے بہت فروتر وکم تر ہوں۔ تم لوگ میری کمزوریوں سے درگذر کر کے میرے ساتھ دینی تعاون کرو۔ میری ان حضراتِ خلفاءِ راشدین کے

بلند مقام تک رسائی نہیں ۔ اور نہ میں ان کی خلافتِ موعودہ قرآنیہ کا مصداق خلیفہ ہوں ۔ بلکہ اس موعودہ خلافت کے بعد والی حکومت اور ملکی خلافت کے مستحق لوگوں میں سے اوّل الملوک اور اوّل خلیفہ غیر موعود ہوں ۔ اور الخلافۃ فی المدینۃ کا مقصد بھی یہی ہے کہ قرآن مجید میں لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ والی خلافت کا جو وعدہ مظلوم صحابہ سے ہے وہ مدینہ میں ہوگی اور اس کے بعد جو ملکی خلافتِ عامّہ ہے وہ شام میں ہوگی۔ تمام احادیث و روایات کی تطبیق و توافق اِسی طرح ہوسکتا ہے ۔ مگر یاد رہے کہ کسی حدیث شریف میں یہ نہیں فرمایا گیا کہ تیس سال گزرنے کے بعد دوسرے روز خلافِ اسلام ، شریعت کی حدیں توڑنے والی ، کتاب و سنت کے صریح احکام کی خلاف ورزی کرنے والی اور سیاست و امورِ مملکت کو دین پر بالا رکھنے والی حکومت و ملوکیت قائم ہوگی العیاذ باللہ ۔

خلافتِ خاصّہ اور خلافتِ عامّہ میں فرق

ہاں یہ سوال ضرور قابلِ غور ہے کہ خلافتِ خاصّہ موعودہ اور اس کے مستحق خلفاء و امراء اور خلافتِ عامّہ ملکیہ اور اس کے مستحق خلفاء و امراء میں کیا فرق و امتیاز تھا کہ ان کو دو متقابل قسم بیان کیا گیا۔ تو وہ امتیاز حسبِ ذیل وجوہ سے تھا :-

(۱) حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے قلوبِ صافیہ اور نفوسِ قدسیہ ہوتے ہیں اور امت میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے نفوس و قلوب انبیاء علیہم السلام کے نفوسِ مقدسہ سے زیادہ قرب و مشابہت رکھتے ہیں جو کہ حضرات انبیاء

علیہم السلام سے جلد تر اثر قبول کرتے ہیں۔ جس طرح آہنی (آتشی) شیشہ آفتاب سے وہ اثر قبول کرتا ہے جو مٹی۔ پتھر۔ لکڑی کو میسر نہیں۔ یہ لوگ خلاصہ امت ہوتے ہیں۔ جو کچھ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کرتے ہیں دلی شہادت سے حاصل کرتے ہیں۔ پھر ایسے حضرات کے بعد درجہ بدرجہ تنزل ہوتے ہوئے عوام مسلمین تک اثر پذیری کی نوبت آتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں کو دیکھا تو تمام دلوں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو بہتر پایا۔ پس ان کو برگزیدہ کیا اور رسالت سے سرفراز فرمایا۔ پھر دوسرے بندوں (ماسوا انبیاء علیہم السلام) کے دلوں میں سے اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دلوں کو بہتر پایا۔ پھر صحابہ کو اپنے نبی کا وزیر اور دین کا مددگار بنایا۔ تو اس لحاظ سے خلفاءِ خاص وہی لوگ ہو سکتے تھے جن کے قلوب ونفوس میں اپنے نبی علیہ السلام کا زیادہ قرب وروحانی مناسبت تھی۔ یہی چیز چاروں خلفاء میں درجہ بدرجہ کامل تھی۔

(۲) خلافتِ خاصّہ موعودہ کے خلفاء سے وہ کام سرانجام ہوئے جو خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں۔ کیونکہ خلفاء ان کاموں میں وسیلہ و واسطہ ہیں جس طرح بانسری یا لاؤڈ سپیکر کی آواز درحقیقت بانسری بجانے والے یا لاؤڈ سپیکر میں بولنے والے کی آواز ہوتی ہے۔ جیسے فرمایا گیا ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ ط تمام ادیان پر دینِ حق کی بلندی وغلبہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ فرمایا۔ جس کی ابتداء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عہد میں ہوئی، مگر اس کی تکمیل

CamScanner

فارس و روم و شام و مصر کے کفار و مشرکین پر غلبہ سے خلفاءِ راشدین کے عہد میں ہوئی۔

(۳) خلافتِ خاصہ موعودہ اُن لوگوں کے لیے مقرر تھی جن کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے علم و عمل میں وثوق و اعتماد کی خبر دی۔ اور ان کو اپنی زندگی میں بعض اہم امور پر مامور فرمایا، یا بعض امور میں اپنی نیابت و قائم مقامی پر متعین فرمایا۔ جیسے صدیقِ اکبرؓ کو امامتِ نماز پر اور امارۃِ حج پر مقرر فرمایا اور حضرت عمرؓ کو مدینہ منورہ کے صدقات پر عامل بنایا۔ اور مختلف جنگوں میں حضرت صدیقؓ و فاروقؓ کو امیرِ لشکر بنایا اور حضرت عثمانؓ کو صلح حدیبیہ کے موقعہ پر اپنا سفیر بنایا۔ اور اپنا مبارک ہاتھ حضرت عثمانؓ کی طرف سے مقرر کر کے بیعت کی۔ اور عموماً معاملات میں حضرت صدیقؓ و فاروقؓ سے مشورہ لے کر عمل کیا اور ارشاد فرمایا، زمین میں میرے دو وزیر ابوبکر و عمر ہیں۔ اور حضرت علیؓ کو یمن کا حاکم بنایا۔ اور غزوۂ تبوک کے موقعہ پر مدینہ میں اپنا قائم مقام بنایا۔

(۴) نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بعد بالترتیب خلافت یہ خلفاء افضلِ اہلِ زمان تھے۔ بعض دوسری صفات کے ساتھ ساتھ جو چیز خلافت کو منہاجِ نبوت کے معیار پر لاتی ہے وہ یہی افضلیت ہے۔ گو صحتِ خلافت افضلیت پر موقوف نہیں۔ لیکن منہاجِ نبوت پر صرف وہی خلافت ہوتی ہے جو افضلِ اہلِ زمان کی ہو۔ اس لیے خلفاءِ راشدین کے بعد منہاجِ نبوت پر صرف حضرت مہدیؑ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خلافت ہوگی۔ کیونکہ وہ افضلِ

CS CamScanner

اہلِ زمان ہوں گے۔ ان چاروں خلفاءِ راشدین کے بعد کوئی خلیفہ یقینی طور پر افضل اہلِ زمان اب تک نہیں ہوا۔

(۵) خلافتِ موعودہ کے خلفاءِ اربعہ مبشر بالجنّۃ تھے۔ سابق فی الاسلام تھے، مہاجرینِ اوّلین میں سے تھے اور اسلامی دینی خدماتِ مالی وجانی میں ممتاز مقام رکھتے تھے جو بعد والے کسی کو حاصل نہیں۔

(۶) صحبتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں رات دن، سفر و حضر میں کثرت سے فیض یاب و مستفید ہونے کے باعث اُن کے قلوب وصدور کامل طور پر منوّر و مطہّر ہو چکے تھے جس کی مثل بعد والوں کو حاصل نہ تھی۔

(۷) فتح مکہ سے پہلے انفاقِ اموال اور جہادِ فی سبیل اللہ کے باعث اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً (سب سے اعظم درجات و مراتب) کے مستحق و مورد تھے۔

(۸) جس طرح حضرت نبی علیہ السلام انتہائی ورع و تقویٰ کے پیشِ نظر حظوظِ نفسانی و جسمانی اور لذّاتِ دنیاوی میں مباحات تک سے پرہیز و احتراز فرماتے تھے، اسی طرح یہ خلفاءِ اربعہ بھی ان امور میں پوری پوری احتیاط و پابندی، اور کمالِ اتباعِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو ملحوظ و مدِّ نظر رکھتے تھے۔ جیسا کہ نبراس شرحِ شرحِ عقائد کے ص۱۱۵ پر حضرات خلفاءِ راشدینؓ اور حضرت معاویہؓ کے عہدِ حکومت میں فرق اور امتیاز بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:-

كان الخلفاء الراشدون	خلفاءِ راشدینؓ کی یہ حالت تھی کہ مباحات
لم يتوسعوا في المباحات	کے استعمال میں بھی فراخی نہ کرتے تھے۔

وکان سیرتھم سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الصبر علی ضیق العیش والجھد فی الانصاف والاتقاء عن مقتضیات الطبائع البشریۃ واما معاویۃؓ فھو وان لم یرتکب منکرا لکنہ توسع فی المباحات ولم یکن فی درجۃ الخلفاء الراشدین فی اداء حقوق الخلافۃ لکن عدم المساواۃ بھم لا یوجب قدحا فیہ

اور نبی علیہ السلام کی عادتِ مبارکہ کی طرح ان کی سیرت و عادت بھی نہایت تنگ گزارے پر صبر کرنے کی تھی۔ اور طبعِ بشری کے تقاضوں سے بچ کر دور رہنے کی عادت تھی۔ مگر حضرت معاویہؓ نے گو کوئی مُنکَر اور خلافِ شرع کام تو ہرگز نہیں کیا تھا۔ لیکن انھوں نے مباحات کے استعمال کرنے میں فراخی سے کام لیا اور حقوقِ خلافت کی ادائگی میں خلفاءِ راشدین کے مساوی درجہ نہ رکھتے تھے۔ مگر یہ عدمِ مساوات اُن پر کسی طعن و نقص کا موجب نہیں بن سکتی۔

غور فرمائیے کہ اہل السنّۃ والجماعۃ کے عقائد کی کتابوں میں تو یہ لکھا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے اپنے عہد میں کسی منکَر اور غیر شرعی، ناجائز کام کا کبھی ارتکاب نہیں کیا۔ لیکن آزادانہ تحقیق کا راستہ اختیار کرنے والے مودودی صاحب نے اُن کو کتاب و سنّت کے صریح احکام کی خلاف ورزی کرنے والا، شریعت کی حدیں توڑنے والا، احکامِ شریعت کے مطابق عمل کرنے سے انکار کرنے والا لکھ کر غالباً آئینِ اسلامی کے نفاذ کی کوئی مجتہدانہ تجویز سوچی

ہوگی ۔ والی اللہ المشتکیٰ ۔

یہی مذکورہ بالا خصوصیات ہیں جو خلفاءِ اربعہ کی خلافتِ موعودہ کے لیے بطورِ امتیازات علماءِ اسلام بیان کرتے ہیں ۔ جو کہ بعد والوں حتیٰ کہ قرنِ صحابہؓ و تابعین کے صالحین و متقی حضرات کو بھی حاصل نہیں ہو سکتیں ۔ چہ جائے کہ ہر مؤمن و مسلم بلکہ کافروں تک میں جو صفات اور نظامِ حکومت کے عملی امور ممکن و موجود ہوں وہ خلافتِ راشدہ کی علامات و خصوصیات بنا کر ہر دَور میں حضرت صدّیقؓ و فاروقؓ کی خلافتِ راشدہ تک پہونچنے کی خام خیالی سے اپنے آپ کو اور اپنے معتقدین کو تو خوش کیا جا سکتا ہے ۔ مگر اہلِ علم کے نزدیک تو یہ چیز سراب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی ۔ تعجب ہوتا ہے کہ خلافتِ راشدہ کے متعلق لکھا جاتا ہے کہ وہ انتخابی جمہوری تھی ، اس میں مساوات تھی ، عدل تھا ، قومی عصبیت نہ تھی ، قانون کی بالاتری تھی ، شاہی خزانہ بیت المال میں امانت تھی ، خیانت نہ تھی وغیرہ وغیرہ ۔ مگر جب آپ غور کریں گے تو یہ سارے امور آج کل کی غیر مسلم متمدن حکومتوں میں بھی پائے جاتے ہیں ۔ کیا محض یہی چیزیں خلافتِ راشدہ کی خصوصیات تھیں جو غیر مسلموں تک میں موجود ہیں ۔ یہ صفات بے شک محمودہ و پسندیدہ ہیں ۔ جو عام مسلمانوں اور اُن کے حکام و اُمراء میں موجود ہوں تو ان کے لیے باعثِ سعادت و ترقی دارین ہیں ۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرات خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم میں یہ صفات اور ان کے علاوہ اعلیٰ درجہ کی دیگر صفاتِ کمال موجود تھیں ۔ مگر یہ صفاتِ عامّہ جو ہر دَور و ہر قرن کے مسلم و غیر مسلم لوگوں میں ممکن و موجود ہو سکتی ہیں صرف یہی

خلافتِ راشدہ موعودہ کے مستحق و اہل، حضرات خلفاءِ اربعہ کے لیے مابہ الامتیاز اور خصوصیات تو نہیں بن سکتیں۔ کاش کہ مودودی صاحب ان کی بجائے نماز و زکوٰۃ کے نظام کو قائم و برپا کرنے کو خلافتِ راشدہ کی خصوصی نشانی لکھ دیتے تو کیا اچھا ہوتا۔

خلافت و حکومت کا انجام و آغاز

خلافتِ راشدہ موعودہ کے بعد عام خلافت و مُلک کے آنے میں بھی کسی تدریج و ترتیب کا بیان کسی آیت و حدیث میں نہیں ملتا۔ لیکن نہایت تعجب مودودی صاحب جیسے کتاب و سنت کے بغیر کسی کتاب کو ہاتھ نہ لگانے والے بزرگ پر ہے کہ آخر آپ نے کون سی آیات و احادیث میں سے خلافت کے بعد دَورِ ملوکیت آنے کے لیے کتنے اور کون سے تدریجی مراحل و منازل اور ترتیبی اسباب و وسائل دیکھ لیے ہیں کہ جس کے لیے متعدد مراحل مسلمانوں کو دکھا دیے ہیں۔ حتیٰ کہ سیدنا عثمانؓ جیسے محتاط و مظلوم خلیفۂ راشد، صاحبِ حلم و حیا میں خلافتِ راشدہ کو پھونک دینے کے مراحل ثابت کر دکھائے ہیں کہ جس کے باعث وہ خود بھی شہید ہو گئے۔ کیا سیدنا حضرت عمرؓ کی شہادت سے پہلے حضرت عمرؓ میں بھی تغیرات کے مراحل پائے گئے تھے کہ وہ شہید ہوئے یا ابولؤلؤ کا خبثِ باطن اُن کی شہادت کا سبب بنا۔ کیا سیدنا علیؓ نے بھی تغیرات کے کچھ تدریجی مراحل طے کیے تھے کہ جس کے باعث شہید کیے گئے۔ یا ابنِ ملجم کی شقاوت و بدباطنی سیدنا علیؓ کی شہادت کا سبب بنی۔ کیا عمر بن عبد العزیزؒ جیسے

خلیفہ راشد کے بعد یزید بن عبد الملک وہشام و ولید کے مظالم بھی حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی تدریجی غلط پالیسیوں کے نتائج تھے۔ اور کیا سلیمان بن عبد الملک کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا متقی صالح عادل رحم دل خلیفہ ہونا عبد الملک، حجاج اور سلیمان بن عبد الملک کے تدریجی مراحل پرہیزگاری اور ملوکیتِ صالحہ کا اثر و نتیجہ تھا۔ حیرت ہوتی ہے کہ مودودی صاحب کن اغراض و خیالات میں ایسی لغو و بے معنی باتیں لکھ کر جلیل القدر صحابہ کرامؓ کو غلط کار اور خلافتِ راشدہ کے نظام کو پھونکنے، مٹانے کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔

قرآن مجید و احادیثِ طیّبہ سے یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ خلافتِ راشدہ موعودہ تیس سال ہے اس کے بعد نہیں۔ اور پھر اس کے بعد مُلک و خلافتِ عامّہ ہے۔ جس کے لیے نہ کوئی تدریجی سبب ہے نہ تاریخی۔ بلکہ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق خلافتِ خاصّہ موعودہ کے بعد خلافتِ عامّہ اور ملک و حکومت عام سنت اللہ پر وَاللّٰهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ کے مطابق جاری رہے گی۔ اس کے لیے تدریجی تغیرات کے مراحل، اور ان کی ابتدا سیدنا عثمانؓ جیسے جلیل القدر خلیفہ راشد کے سر تھوپنا قرآن و حدیث سے کوسوں دور ہے۔

سیدنا عثمانؓ کے فضائل و مناقب

بلکہ اس کے برعکس سیدنا عثمان ذوالنورینؓ کے فضائل و مناقب کتاب و سنت اور اقوالِ سلفِ صالحین میں پوری وضاحت کے ساتھ

بہ کثرت موجود ہیں۔

۱۔ جن کا لقب ذوالنورین ہے۔ جن کے متعلق شرح فقہ اکبر ص۸۳ پر لکھا ہے

لو یجمع بین بنتی نبی علیہ السلام من لدن اٰدم علیہ السلام الٰی قیام الساعۃ الا عثمان

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کسی کو یہ شرف سوائے حضرت عثمانؓ کے حاصل نہیں ہوا کہ اُس کے نکاح میں کسی نبی کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آئی ہوں۔

۲۔ اور اس سے بڑھ کر سیدنا عثمانؓ کی فضیلت کی یہ بات ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی کی وفات ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

زوجوا عثمان۔ لو کان لی ثالثۃ لزوجتہ وما زوجتہ الا بالوحی من اللہ تعالٰی

(نبراس ص۴۸۷)

حضرت عثمانؓ کا نکاح کر دو۔ اگر میری تیسری بیٹی ہوتی تو ضرور حضرت عثمانؓ کو دیتا۔ اور یہ سب شادی نکاح وحی و حکم الٰہی سے ہے۔

۳۔ بل قال علیؓ سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لو ان لی اربعین ابنۃ لزوجتک واحدۃ بعد واحدۃ۔

سیدنا علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا، آپؐ نے فرمایا۔ "اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں تو میں حضرت عثمانؓ کو یکے بعد دیگرے دیتا جاتا۔"

(نبراس ص۴۸۷)

۴۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ نبوت میں سیدنا عثمان ذوالنورینؓ کا اتنا بلند مقام تھا کہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر ان کو اپنا سفیرِ خاص بنا کر بھیجا۔ جس کے متعلق حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا فلو کان ببطن مکۃ اعزمن عثمان لبعثہ۔ اگر اُس وقت سرزمینِ مکہ میں کوئی اور حضرت عثمانؓ سے زیادہ عزیز و مقبول ہوتا تو ضرور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس کو اہلِ مکہ کے پاس سفیر بنا کر بھیجتے۔ جب حضرت عثمانؓ کفارِ قریش کے پاس گئے تو اُن لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے اپنے قلبی عناد و بغض کی وجہ سے حضرت عثمانؓ جیسے باحیا اور نرم اخلاق آدمی سے بھی معاندانہ روش اختیار کی کہ ان کو نظر بند کر دیا جس سے ان کے قتل کا خطرہ ہو گیا۔

۵۔ سیدنا عثمانؓ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اتنی بلند قدر و قیمت رکھتے تھے کہ صرف ان کے قتل کا خطرہ محسوس کر کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چودہ سو صحابہ کرامؓ سے اس بات پر بیعت لی کہ کفار کے مقابلہ میں حضرت عثمانؓ کی خاطر اپنی جانوں تک کو قربان کر دیں گے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک ہاتھ مبارک حضرت عثمانؓ کی طرف سے مقرر کر کے دوسرے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور یہ بیعت اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنی مقبول و پسندیدہ تھی کہ ارشاد فرمایا :۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (پ ۲۶)	ضرور بالضرور اللہ تعالیٰ ان مؤمنین سے راضی ہے جنہوں نے درخت کے نیچے آپ کی بیعت کی تھی۔
اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۚ يَدُ اللّٰهِ	بے شک جن لوگوں نے آپ کی بیعت کی اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ہی بیعت کی۔ اللہ

فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ — تعالیٰ کے ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہیں۔

سُبحان اللہ! حضرت عثمانؓ کی ایک جان کتنی قیمتی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود مع چودہ سو صحابہ کرامؓ کے اپنی جانوں تک کی قربانی کے لیے تیار ہو گئے۔ اس موقع پر بعض لوگوں نے کہا کہ حضرت عثمانؓ کیسے خوش نصیب ہیں کہ اُن کی طرف سے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھ سے بیعت بھی کی ہے اور وہاں مکہ معظمہ میں بیت اللہ کا طواف بھی کر لیا ہوگا۔ اس پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان ہمارے بغیر ہرگز طواف نہیں کریں گے۔ چنانچہ حقیقتِ واقعہ بھی اسی طرح ہوئی کہ کفار نے حضرت عثمانؓ کو کہا کہ تم طواف کر لو۔ مگر تمہارے آقا و مولیٰ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم نہیں آنے دیتے۔ تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر میں ہرگز طواف نہیں کرتا۔ اِس واقعہ کو اہلِ تشیع نے بھی اپنی کتابوں میں اِسی طرح نقل کیا ہے۔ دیکھو فروع کافی کتاب الروضہ ص ۱۵۱

۶۔ علاوہ ازیں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار حضرت سیدنا عثمانؓ کو قطعی بہشتی فرمایا۔

۷۔ حتیٰ کہ ارشاد فرمایا:۔

لکل نبی رفیق فی الجنۃ ورفیقی فیھا عثمان۔ — ہر نبی کے لیے بہشت میں ایک خاص رفیق ہوگا اور میرے رفیقِ خاص عثمان ہوں گے۔

(ازالۃ الخفاء ص ۳۱۴، ابن ماجہ)

۸۔ نیز حضرت عثمانؓ کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

الا استحی من رجل تستحی — کیا میں ایسے جوان (حضرت عثمانؓ) سے حیا

منه الملائکة — نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے
(صحیح مسلم) — ہیں۔

۹۔ اور جس وقت حضرت سیدنا عثمانؓ نے جیش العسرۃ جس کو قرآن میں ساعۃ العسرۃ (سخت مشکل اور تنگی کا وقت) فرمایا گیا ہے غزوۂ تبوک کے موقع پر سینکڑوں اونٹ اور گھوڑے بمع ساز و سامان اور ہزاروں درہم و دینار حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پیش کیے تو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک خوشی سے چمکتا تھا۔ اور آپؐ بار بار فرماتے تھے :-

ما علی عثمان ما عمل بعد هذا۔ ما ضر عثمان ما عمل بعد هذا الیوم۔
(ازالۃ الخفاء صفحہ ۳۹۰ و صفحہ ۳۹۱)

اس کے بعد عثمانؓ جو عمل کریں گے اس کی باز پُرس نہیں۔ آج کے بعد عثمان جو بھی عمل کریں گے وہ انھیں کوئی نقصان نہیں دے گا۔

مودودی صاحب اور مودودیوں کا ظلم عظیم

تو ایسے جلیل القدر عظیم الشان خلیفہ راشد داماد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ذوالنورین جس سے خود حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے تک حیا کریں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُس کو ایسے اعلیٰ مقام اور بلند مرتبہ کا مستحق قرار دیں کہ آج کے بعد حضرت عثمانؓ سے کوئی کام ایسا نہ ہو گا جو نقصان دہ اور باز پُرس کا موجب ہو۔ اس عظیم المرتبت شخص کے متعلق اِس قسم کے نظریات و خیالات پھیلانا کہ اُن کی پالیسی غلط تھی، اور اُن کی غلط پالیسی کو ضرور غلط کہنا ہو گا۔ اور اُن کی غلط پالیسی سے اسلام میں جاہلیت (کفریہ اُمور) کو گھس آنے کا موقع

مل گیا۔۔۔ اور اسلامی خلافت کو غیر اسلامی ملوکیت کی طرف لے جانے والے تغیر کا آغاز انہی کی غلط پالیسی سے ہوا جس سے خلافتِ راشدہ کا نظام پھونکا گیا۔ آخر یہ کون سی دینی یا علمی خدمت ہے۔ حتیٰ کہ ہر کہ ومہ بازاری غنڈے تک ایسے جلیل القدر عظیم الشان خلیفۂ راشد کو ہدفِ تنقید اور نشانۂ ملامت بنائے ہوئے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الالباب۔

حالانکہ خلافتِ راشدہ موعودۂ قرآنیہ تیس سال میں وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ کے وعدہ کے مطابق عند اللہ پسندیدہ دینی امور مضبوط و متمکن رہے ہیں۔ اور خلافت و رحمت اور رُشد و ہدایت کا ظہور اور عموم و شیوع رہا ہے۔ خواہ اس خلیفہ کے خلاف بعض غلط کار لوگوں نے فتنے کھڑے کیے یا اس پر غلط سلط الزامات لگائے۔ یا باہم جنگ و جدل اور بغاوت و مخالفت اور خوں ریزی کے واقعات رونما ہوئے۔ ہر حال میں خلیفۂ راشد امت میں افضل ترین اور بہترین ہستی تھا۔ اس کا ہر کام اور ہر حکم اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی اور نیکی و بھلائی کے لیے تھا۔ اس کے ارادہ و عمل میں کبھی دینِ حق کے مفاد کے خلاف کوئی معمولی سا بھی گوشہ و شوشہ نہ ملے گا۔

امامِ مظلوم کے خلاف سبائی اعتراضات اور اُن کے جوابات

سیدنا عثمانؓ کے خلاف جو الزامات اُس وقت سبائی باغیوں نے لگائے تھے وہ سب غلط اور بے بنیاد افتراء و بہتان تھے۔ جن کی تردید جلیل القدر صحابہ کرام رضؓ

حضرت طلحہؓ۔ حضرت زبیرؓ۔ حضرت ابو ہریرہؓ وغیرہم نے بخوبی کر دی۔ بالخصوص سیدنا علیؓ نے ایک ایک الزام کا جواب دے کر سیدنا حضرت عثمانؓ کی پوزیشن کو پاک صاف کیا جس کا خود مودودی صاحب نے خلافت و ملوکیت میں اقرار کیا ہے۔ مگر تعجب تو اس امر پر ہے کہ حضرت سیدنا عثمانؓ اور حضرت سیدنا علیؓ کے وقت جتنے اعتراض یا الزام تھے وہ سب غلط تھے اور ان کی پوری صفائی حضرت علیؓ فرما گئے۔ اب اپنی آزادانہ تحقیق "خلافت و ملوکیت" میں مودودی صاحب نے جو الزامات لگائے ہیں اور حضرت عثمانؓ کی غلط پالیسی دکھائی ہے یہ وہی ہے جس کی صفائی حضرت علیؓ کر چکے ہیں۔ یا یہ الزامات اُس وقت کسی نے نہ لگائے تھے، اب یہ الزامات کی جدید فہرست اپنے جدید اجتہاد سے تیار کی گئی ہے؟۔ اقربا کو مال دینے کے الزام کی صفائی خود سیدنا عثمانؓ نے فرما دی تھی کہ میں اپنے ذاتی مال سے دیتا ہوں۔ حتیٰ کہ یہاں تک فرمایا کہ میں اپنا خرچ بھی اپنے ذاتی مال سے کرتا ہوں بیت المال سے اپنے لیے یا اپنے اقرباء کے لیے ایک پیسہ تک نہیں لیتا۔ یہ ملحد لوگ بہتان اور غلط الزام لگاتے ہیں (طبری ص۳۸۵ ج ۳) غور فرمائیے، جو چیز ملحد و بے دین لوگ بطور بہتان حضرت عثمانؓ کے خلاف کہتے تھے، اور اس کی تردید و صفائی بھی خود سیدنا عثمانؓ نے اُس وقت کر دی تھی اُسی کو آج کے محقق و جدید مجتہد قوم کے سامنے اس طرح سے پیش کرتے ہیں کہ گویا یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو تواتر و توارث سے ثابت شدہ ہے اور قرآن مجید کی طرح ناقابلِ انکار۔ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ۔

CamScanner

اسی طرح یہ بات کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے اقربا کو عہدے دیئے۔ یہ بھی یکسر بے جا اور واہی اعتراض ہے۔ کیونکہ سیدنا عثمانؓ کے عمّال و عہدے داروں کی تعداد پچیس تیس کے درمیان ہے جن میں سے صرف دو تین عامل ہی آپ کے رشتہ دار ہیں باقی سارے دوسرے خاندانوں کے ہیں۔

حضرت عثمانؓ کے عاملوں کی فہرست حسب ذیل ہے

۱۔	عبداللہ بن الحضرمی	عامل مکہ
۲۔	یعلی بن امیہ تمیمی	یمن
۳۔	قاسم بن ربیعہ	طائف
۴۔	ابوالاعور بن سفیان سلمی	اردن
۵۔	ابوموسیٰ اشعری صحابیؓ	کوفہ
۶۔	جبیش	ماہبذان
۷۔	حبیب بن مسلمہ فہری	قنسرین
۸۔	جریر بن عبداللہ بجلی صحابیؓ	قرقیسیا
۹۔	حکیم بن سلامہ الخرامی	موصل
۱۰۔	سعید بن قیس	رے
۱۱۔	سائب بن اقرع	اصفہان
۱۲۔	اشعث بن قیس الکندی صحابیؓ	آذربائیجان
۱۳۔	عبداللہ بن ربیعہ العنزی	الجند
۱۴۔	عبدالرحمٰن بن خالد بن ولیدؓ	حمص

۱۵	علقمہ بن حکیم کنعانی	فلسطین
۱۶۔	عتبہ بن النہاس	حلوان
۱۷۔	عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رض	مصر
۱۸	عبداللہ بن عامر بن کریز اموی رض	بصرہ
۱۹۔	حضرت معاویہؓ اموی	شام
۲۰۔	مالک بن حبیب الیربوعی	ماہ
۲۱۔	النسیر	ہمدان

ان عاملوں کے علاوہ دوسرے عہدداران

۱۔	ابوالدرداء صحابی رض	قاضی دمشق
۲۔	جابر المزنی	برخراجِ سواد
۳۔	زیدؓ بن ثابت صحابی۔	قاضی مدینہ منورہ۔
۴۔	سماک انصاری	برخراجِ سواد
۵۔	القعقاعؓ بن عمرو، صحابی	امیر افواجِ کوفہ
۶۔	عقبہ بن عمرو	محافظِ بیت المال
۷۔	مروان بن الحکم اموی	کاتب

اِس ساری فہرست میں بنوامیہ کے صرف تین آدمی ہیں۔
جن میں سے حضرت معاویہؓ کو حضرت عمرؓ نے عامل بنایا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے تو

بنو امیہ کے صرف دو آدمی رکھے۔ باقی تمام عامل و عہدے دار دوسرے قبائل کے تھے۔ ان دو حضرات کے علاوہ بنو امیہ میں سے سعید بن العاص اور ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہما کو عامل بنا کر لوگوں کی جائز یا ناجائز شکایات کی بنا پر حضرت عثمانؓ نے خود معزول فرما دیا تھا۔ صرف ایک رشتہ دار عبداللہ بن سعد بن ابی سرح جو بنو امیہ میں سے تو نہیں ہاں حضرت عثمانؓ کے مادری بھائی تھے، ان کو برقرار رکھا۔ کیونکہ وہ بڑے بہادر اور امورِ سلطنت میں انتظامی صلاحیتوں کے مالک تھے اور برّی و بحری لڑائیوں میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں کر چکے تھے جن کے باعث ان کو برقرار رکھا گیا۔

یہ بات بھی مخفی نہ رہے کہ حضرت عثمانؓ کے عہد کے اکثر و بیشتر عُمّال ایسے تھے جو حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم یا صدیقِ اکبرؓ یا فاروقِ اعظمؓ کے مقرر کردہ اور کسی نہ کسی عمل پر مامور و تعینات کردہ تھے، جن کو سیّدنا عثمانؓ نے ہٹا دینا موزوں نہ سمجھا، بلکہ اُن کو باقی و برقرار رکھنا باعثِ سعادت جانا۔ کیونکہ ان لوگوں کی صلاحیتوں اور قابلیتوں کے باعث صحابۂ کرامؓ مہاجرینِ اوّلین اور انصارِ مدینہ کو ان عہدے داروں اور عاملوں کے خلاف کوئی شکایت یا اعتراض و ناراضگی نہ تھی۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ انہی حضرات سابقینِ اوّلین مہاجرین و انصار کی موجودگی میں ان کے سامنے خود حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے عتاب بن اسید اموی رضؓ نوجوان کو مکہ معظمہ کا عامل بنایا۔ جو اپنی وفات تک عمر بھر اسی عہدہ پر رکھے گئے۔ حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صدیقِ اکبرؓ نے بھی ان کو برقرار رکھا۔ اسی طرح آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انصار و

مہاجرین سابقینِ اوّلین پر اُسامہؓ بن زیدؓ کو جو غلام آزاد شدہ کے بیٹے اور کم عمر نوجوان تھے امیرِ لشکر بنا دیا۔ تو صحابۂ کرامؓ پر یہ تہمت ہے کہ وہ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہونے والوں کی امارت و حکومت کو ناپسند یا ناجائز سمجھتے تھے کیونکہ جب ان حضرات کے سامنے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عتابؓ و حضرت اسامہؓ کو عامل و امیر بنایا تھا پھر وہ کیسے اس کو ناجائز کہتے یا ناپسند کر کے اعتراض و شکایت کرتے۔

شورش کا اصل سبب

بہرحال یہ بات بالکل بے حقیقت ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے اقرباء کو بہ کثرت عہدے دیے جس سے صحابۂ کرامؓ ناراض ہوئے۔ اور یہ بات بھی بالکل لغو و لایعنی ہے کہ حضرت عثمانؓ مروان وغیرہ رشتہ داروں کے کہنے پر چلتے تھے جس کے باعث شورش و فتنہ ہوا۔ شورش و فتنہ کا سبب نہ عہدے تھے نہ عطیے۔ اور نہ امورِ سلطنت کو مروان وغیرہ رشتہ داروں کے کہنے پر چلنا چلانا تھا بلکہ شورش کا سبب حاسدین و منافقین کی اسلام دشمنی تھی۔

فتنۂ ابنِ سبا

جن کا سرغنہ عبداللہ بن سبا یہودی الاصل تھا۔ جو منافقانہ طور پر مسلمان ہو کر اپنے کو بڑا زاہد و عابد اور لوگوں کا ہمدرد و خیر خواہ دکھاتا تھا۔ مگر دل میں اسلام اور اہلِ اسلام کی فتوحات و ترقی سے حسد کی آگ میں جلتا رہتا تھا۔ ظاہر ہو کر کھلم کھلا اہلِ اسلام کا مقابلہ کرنے کی کوئی صورت ممکن نہ تھی۔ اس لیے اس دشمنِ اسلام نے خفیہ طور پر مصر۔ بصرہ۔ کوفہ کے دوسرے حاسدین و مفسدین کا ایک گروہ تیار کیا۔ جو حضرت سیدنا عثمانؓ اور ان کے

عاملوں کے خلاف بہتانات اور جھوٹے الزامات تراش کر ہر ممکن طریقے سے شرانگیز مخالفتیں کرتے رہتے تھے۔ چونکہ سیدنا عثمانؓ میں انتہائی حلم وحیاء، رحم دلی، نرمی، عفو و درگزر، کریم النفسی و فیاضی کا غلبہ تھا۔ حضرت سیدنا عمرؓ اور حضرت معاویہؓ کی طرح سخت گیری اور جکڑ بند کرنے کی بجائے حضرت سیدنا عثمانؓ ان شریر لوگوں کو نصیحت و فہمائش کر کے اپنی رحم دلی و نرمی کے باعث معافی دینے کے ساتھ ساتھ حُسنِ سلوک اور احسان و اکرام سے مطمئن کرنے کی کوشش فرماتے تھے جس سے وہ لوگ دن بدن اپنا جتھا بڑھاتے اور اپنی پارٹی مضبوط کرتے گئے۔ اور اس شورشی گروہ اور سبائی پارٹی میں مصر اور بصرہ، کوفہ سے باہم خط وکتابت اور آمد و رفت کا سلسلہ رہتا تھا۔ آخر کار ان لوگوں نے باہم مشورہ سے طے کیا کہ سیدنا عثمانؓ کے عاملوں کے خلاف ظلم، تشدد، ناانصافی اور بدعملی و بدکرداری کا پروپیگنڈا کیا جائے۔ چنانچہ وہ مفسد لوگ اس قسم کی شکایات اور الزامات کی فہرست تیار کر کے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں آئے جس کی تحقیقات کے لیے سیدنا عثمانؓ نے باقاعدہ صحابہ کرامؓ کا ایک وفد بھیجا اس وفد کو بھیجنے اور اس کے بعد کے تمام واقعات مقدمہ ابن خلدون میں، یوں مرقوم ہیں :-

" آپ نے (سیدنا عثمانؓ نے) حالات کے انکشاف کے لیے حضرت ابن عمرؓ، محمد بن مسلمہؓ، اسامہ بن زیدؓ وغیرہ کو شہروں میں بھیجا۔ ان بزرگوں نے وہاں جا کر حالات کا جائزہ لیا تو عاملانِ قریش کی کوئی بے جا بات نہیں دیکھی، اور کوئی قابلِ اعتراض بات اُن میں نہیں پائی۔ چنانچہ انہوں نے واپس آکر

CS CamScanner

جیسا دیکھا تھا ویسا ہی کہہ دیا۔ اُدھر شہروں کے شرارت پیشہ لوگوں نے اپنی شرارت کو جاری رکھا۔ بلکہ ان کی بداطواری اور بڑھتی گئی۔ پھر شورش پسندوں اور باغیوں کی ایک بڑی جماعت مدینہ پر چڑھ آئی۔ بظاہر یہ کہتے کہ ہم حضرت عثمانؓ سے انصاف طلب کرنے آئے ہیں۔ حالانکہ درپردہ حضرت عثمانؓ کے قتل کی سازش بنا کر آئے تھے۔ اور ان کے کہنے سننے سے عامل مصر معزول کیا گیا۔ باغی مدینہ سے واپس پھرے۔ مگر پھر لوٹے، اور آپ کے پاس ایک جعلی خط لائے اور دعویٰ کیا کہ یہ ہم نے حضرت عثمانؓ کے قاصد سے چھینا ہے جو عاملِ مصر کی طرف لے جا رہا تھا اور اس میں درج تھا کہ ان باغیوں کی جماعت کو قتل کر دو۔ حضرت عثمانؓ نے قسم کھا کر اِس خط سے قطعی لاعلمی ظاہر کی۔ باغیوں نے پھر مطالبہ کیا کہ اچھا اپنے کاتب مروان کو ہمارے سپرد کرو۔ مروان نے بھی قسم کھا کر اپنی برئیت ظاہر کی۔ حضرت عثمانؓ بولے کہ اس سے زیادہ ثبوت صفائی میں کیا کیا جا سکتا ہے۔ پھر تو کھلم کھلا باغیوں نے حضرت عثمانؓ کے مکان کا محاصرہ کر لیا اور موقعہ پا کر گھر میں گھس گئے اور آپؓ کو شہید کر دیا۔" (مقدمہ ابن خلدون ص۲۴۶)

خط کی سازش

اور یہی حقیقت سیدنا علیؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ نے باغیوں کے سامنے بیان فرمائی کہ یہ خط کا افسانہ تم لوگوں نے خود مدینہ میں بیٹھ کر سازشی طور پر بنایا ہے۔ کیونکہ تم لوگ جب مختلف سمتوں میں چلے گئے تھے تو مصریوں کے خط پکڑنے کے باعث تم کوفی بصری سب لوگ ایک وقت میں اکٹھے کیسے پہونچ گئے۔ چنانچہ طبری جلد ۳ ص۳۸۷ پر حضرت سیدنا علیؓ کے

یہ الفاظ ہیں واللہ امر ابرم بالمدینۃ خدا کی قسم یہ بات تو مدینہ ہی میں بنا کی گئی ہے۔ نیز بدایہ نہایہ جلد ۷ ص۱۷۲ پر علامہ ابن کثیرؒ نے نقل کیا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے باغیوں کو فرمایا انما ھذا امرٌ اتفقتم علیہ یہ ایک ایسا امر ہے جس پر تم نے متفقہ طور پر سازش کی ہے۔

امامِ جلیل کا کردارِ عظیم

خلاصہ یہ کہ ان باغیوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ جس کی مدافعت کے لیے حضرت سیدنا علیؓ۔ حضرت ابوہریرہؓ۔ حضرت طلحہؓ۔ حضرت زبیرؓ وغیرہم صحابہ کرامؓ نے اور حضرت سیدنا عثمانؓ کے سات سو غلاموں نے ہتیار لگا کر اجازت چاہی۔ مگر اُس پیکرِ حلم وحیا نے کسی کو اجازت نہ دی۔ بلکہ اپنے غلاموں کو یہ فرمایا کہ جو تم میں سے ہتیار رکھ دے وہ آزاد ہے۔ چنانچہ ان کو آزاد کر دیا اور فرمایا کہ میں حرم مدینۃ الرسول میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں باہم تلوار چلتی دیکھنا گوارا نہیں کر سکتا۔ اپنی عزت آبرو و گھر بار۔ مال و جان۔ خلافت و حکومت سب کچھ قربان کر سکتا ہوں مگر امت میں خوں ریزی نہیں دیکھ سکتا۔ اس قسم کی قربانی اور استقلال کی مثال حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی مقدس زندگیوں میں ملتی ہے۔ تو آپ جیسے مستقل مزاج مقدس انسان کے متعلق کوئی مسلمان یہ خیال کر سکتا ہے کہ مروان وغیرہ اپنے رشتہ داروں کی منشا و مرضی اور ان کے کہنے کہلانے پر چلتے رہتے تھے۔ کیا ایسے صاحبِ عزم و ہمت اور استقلال و ثبات کے پہاڑ کو کوئی رشتہ دار کسی وجہ سے کبھی ہلا سکتا تھا۔ جس نے ایسے خطرناک مہلک و نازک موقعہ پر کسی کی ایک نہ مانی۔ بلکہ محض اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

CamScanner

کی خوشنودی و رضا جوئی کو مقدم رکھا تو ایسے خلیفۂ راشد اور پاک سیرت انسان کے متعلق یہ بیان کرنا کہ اُن کی غلط پالیسی کی وجہ سے فتنہ کھڑا ہوا، یہ ایک ایسی چیز ہے جو نہ کتابُ اللہ کے موافق ہے اور نہ سُنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کا کوئی ثبوت ہے۔ بلکہ ہمیشہ فتنہ باز لوگ اپنے خبثِ باطنی کے باعث فتنے فساد کھڑے کرتے رہتے ہیں۔ یہی چیز باعثِ فتنہ تھی۔ دیکھیے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کفار اور منافقین نے کتنے قتل و قتال کے منصوبے بنائے اور کئی بار فتنے کھڑے کیے۔ اسی طرح حضرت صدیقِ اکبرؓ کی خلافت میں کچھ لوگ مُرتد ہو گئے کئی نبوّت کے جھوٹے مدعی کھڑے ہوئے۔ مانعینِ زکوٰۃ کا فتنہ ہوا۔ تو یہ سب کچھ اُن لوگوں کے خبثِ باطنی کا نتیجہ تھا۔ نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا صدیقِ اکبرؓ کے کسی بے جا کام اور غلط پالیسی کا نتیجہ تھا۔ محبوبِ سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی کتاب غنیۃ الطالبین کے صفحہ ۱۳۲ پر مرقوم ہے :-

> "سب کے اتفاق سے حضرت عثمانؓ خلیفہ مقرر ہوئے۔ مرتے دم تک سچائی سے خلافت کی۔ لوگوں کو کوئی موقع طعن و تشنیع کا نہ ملا۔ اور نہ اُنکے قتل پر کوئی بہانہ ہاتھ آیا۔ برخلاف فرقۂ رافضیہ کے کہ وہ تہمتِ بے جا لگاتے ہیں۔ خدا اُن کو ہلاک کرے۔"

حضراتِ صحابہؓ کا مقام

بہر حال اہل السنۃ والجماعۃ اور بزرگانِ دین و سلفِ صالحین کے نزدیک حضرت سیدنا عثمانؓ و دیگر صحابہ کرامؓ کی پالیسی اور کاموں کو خلافِ شریعت یا غلط کہنا لکھنا اور ان کی نشر و اشاعت کرنا درحقیقت کتاب و سنت کے احکام کی صریح خلاف

ورزی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فتح مکہ سے پہلے اور فتح مکہ کے بعد مسلمان ہونے والے سب صحابہ کرامؓ کے عنداللہ مقبول و جنتی ہونے کی تصریح فرمادی ہے تاکہ فتحِ مکہ کے بعد والے صحابہ کو طلقاء دکھا کر کوئی ان کی تنقیص و توہین کرکے اپنی اور دوسروں کی عاقبت کو خطرے میں نہ ڈال دے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:-

لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ	تم (صحابہ کرامؓ) میں سے جن لوگوں نے
أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ	فتح مکہ سے پہلے خدا کی راہ میں مال خرچ
وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ	کیے اور جہاد کیا ان کا درجہ ان لوگوں سے
دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ	بہت بڑا ہے جنہوں نے بعد میں خرچ
أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا	کیے اور جہاد کیا اور اللہ تعالیٰ کا ہر ایک
وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ	سے بہشت کا وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ
وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ	تمہارے اعمال کی پوری پوری خبر رکھتا
(پ ۲۷)	ہے۔

تو یہ آیت اور اس قسم کی سیکڑوں آیات علی الاعلان صحابہ کرامؓ کے متعلق واضح کرتی ہیں کہ وہ حضرات اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے انفاقِ اموال اور جہاد کی وجہ سے اتنے بلند مقام پر فائز تھے کہ اُن کے ہر ایک کے لیے بہشتی ہونے کا وعدہ ہے۔ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں بھی ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا:-

لا یمس النار مسلمًا رأنی	جس مسلمان نے مجھے دیکھا (صحابی) اُس کو دوزخ کی آگ نہ چھو سکے گی۔

حتیٰ کہ کسی شخص نے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ جیسے متقی اور ظاہری و باطنی علوم کے

امام سے دریافت کیا کہ حضرت معاویہؓ اور حضرت عمرؒ بن عبدالعزیزؒ میں سے کون افضل تھا۔ توانھوں نے جو کچھ فرمایا اس کو شرح عقائد کی شرح نبراس میں یوں نقل کیا گیا ہے :-

قیل للامام الجلیل عبد اللہ بن المبارک امعاویۃ افضل ام عمر بن عبد العزیز قال غبار فرس معاویۃ اذا غزا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل من عمر۔

امام جلیل عبداللہ بن مبارکؒ سے پوچھا گیا حضرت معاویہؓ افضل ہیں یا عمرؒ بن عبدالعزیز۔ تو فرمایا حضرت معاویہؓ کے گھوڑے کا وہ غبار جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں اُڑا، حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔

(نبراس ص ۵۵۲)

حضرت معاویہؓ کے فضائل و مناقب

امام اعمش کے سامنے حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے مبارک عہد کا تذکرہ ہوا۔ توانھوں نے فرمایا، اگر تم لوگ حضرت معاویہؓ کے زمانہ کو پالیتے تو تمھیں پتہ چل جاتا۔ لوگوں نے پوچھا کہ حضرت کیا اُن کے حلم و اخلاق کا پتہ چل جاتا۔ فرمایا صرف حلم و اخلاق کا نہیں۔ بلکہ ان کے عدل و انصاف کا۔ (العواصم من القواصم تعلیقہ ص ۲۰۵) اسی وجہ سے اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ امت میں کوئی، زاہد و عابد و متقی کتنے ہی بلند مقام و اعلیٰ مرتبہ کا ہو وہ کسی ادنیٰ صحابی کے درجہ تک بھی ہرگز نہیں پہونچ سکتا۔ مگر حیرت ہوتی ہے اُن لوگوں پر جو حضرت معاویہؓ جیسے جلیل القدر عظیم المرتبت صحابی کو شریعت کی حدیں توڑنے والا، کتاب و سنت کے

صریح احکام کی خلاف ورزی کرنے والا، سیاست کو دین پر بالا رکھنے والا، اور انسانی اخلاق کے خلاف عمل کرنے والا لکھتے ہیں۔ (خلافت و ملوکیت۔ ص ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۶۹) حالانکہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہؓ کے حق میں فرمایا:۔

۱۔	اللهم اجعله هاديا مهديا (ترمذی شریف)	اے اللہ جل جلالہٗ معاویہ کو ہادی، مہدی بنا۔

نیز فرمایا:۔

۲۔	اللهم علم معاوية الحساب والكتاب وقه العذاب	اے اللہ معاویہ کو حساب و کتاب کا علم دے اور اس کو عذاب سے محفوظ رکھ۔
۳۔	قيل لابن عباس ان معاوية صلى الوتر ركعة قال دعه فانه فقيه قد صحب رسول الله صلى الله عليه وسلم ملخصاً و روایۃ (صحیح بخاری) ص ۵۳۱ ج ۱	حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بیان کیا گیا، کہ حضرت معاویہؓ نے وتر ایک رکعت پڑھی ہے۔ تو انھوں نے فرمایا کہ اُن کے متعلق کچھ نہ کہو کیونکہ وہ فقیہ ہیں، حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔

اہل السنت والجماعت نے عقائد کی کتابوں میں لکھا ہے:۔

۱۔	معاوية بن ابي سفيان كاتب الوحي لرسول الله صلى الله عليه وسلم	حضرت معاویہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبِ وحی تھے اور بہت سے فضائل و مناقب کے

CS CamScanner

ذو المناقب الجمۃ	مالک تھے۔
(نبراس ص۳۷)	
۲۔ قد صرح علماء الحدیث	علماءِ حدیث نے تصریح کی ہے کہ حضرت
بان معاویۃ من کبار	معاویہؓ بڑے جلیل القدر، ممتاز و مجتہد
الصحابۃ و نجبا ئھم و	صحابہؓ میں سے ہیں۔ بلکہ اُن کی شانِ رفیع
مجتھد یھم۔ بل ورد	میں مخصوص احادیث وارد ہوئی ہیں۔
فیہ بخصوصہ احادیث	اور سلفِ صالحین حضرت معاویہؓ پر
.... وکان السلف	سب و طعن کرنے سے غضب ناک
یغضبون من سبہ وطعنہ	ہوتے تھے۔
(نبراس۔ ص ۵۵۱، ۵۵۲)	
۳۔ قال اھل السنۃ۔ کان	اہلِ سنت کہتے ہیں کہ حق پر حضرت علیؓ
الحق مع علی وان من حاربہ	تھے۔ اور جن لوگوں نے اُن سے لڑائی کی،
مخطئ فی الاجتھاد۔ فھو	ان کی اجتہادی خطا تھی جس میں وہ شرعاً
معذور وان کلا من	معذور ہیں۔ دونوں مقابل فریق نیکوکار
الفریقین عادل صالح و	عادل و صالح تھے۔ ان میں سے کسی ایک پر
ولا یجوز الطعن فی احد	بھی طعن جائز نہیں۔ کیونکہ ان کی مدح میں
منھم للاحادیث المشھورۃ	احادیثِ مشہورہ موجود ہیں۔ یہی بات
فی مدحھم ھذا ھو الحق	حق ہے۔ اور حق کے بعد سوائے ضلالت
فماذا بعد الحق الا الضلال	کے کیا ہے۔

و معاویۃ کان صاحب
روایۃ فی الحدیث و
مجتھدًا فی الفقہ حلیمًا
جوادًا شدیدًا المعرفۃ
بقوانین السلطنۃ ولّاہ
عمر بن الخطاب واقرہ
عثمان ثم استقل بالملک
بعد تسلیم الحسن بن علی
الخلافۃ الیہ مات فی
رجب سنۃ ستین۔
کان عندہ رداء النبی صلی
اللہ علیہ وسلم وشعرہ
وظفرہ۔ فقال کفنونی فی
ردائہ واجعلوا شعرہ
وظفرہ فی مقلتیّ ومناخری
وفیّ وخلوا بینی وبین
ارحم الراحمین۔
(نبراس ص۵۰۳)

اور حضرت معاویہؓ احادیث کے راوی
ہیں اور مسائلِ شرعیہ میں فقیہ و مجتہد تھے
نہایت حوصلہ والے اور سخی تھے۔ اور
قوانینِ سلطنت میں زبردست مہارت
رکھتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو والی
و حاکم بنایا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے بھی انکو
برقرار رکھا۔ پھر جب حضرت حسنؓ بن
علیؓ نے خلافت ان کے سپرد فرما دی
تو یہ مستقل بادشاہ بن گئے۔ رجب ۶۰ھ
میں وفات پائی۔ ان کے پاس حضرت
نبی علیہ السلام کی چادرِ مبارک اور
موئے مبارک اور ناخن مبارک بطورِ
تبرک موجود تھے۔ بوقتِ وفات فرمایا
مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر میں
کفنانا اور آپؐ کے موئے مبارک اور
ناخن مبارک میری آنکھوں اور ناک
و منہ میں رکھ دینا۔ پھر مجھے ارحم الراحمین
کی بارگاہ کی طرف چھوڑ دینا۔

نیز اہلِ سنت کی عقائد کی کتابوں میں ہے :۔

۴- وما وقع بينهم من المحاربات	جو لڑائیاں اور جھگڑے صحابۂ کرامؓ کے
والمنازعة كمنازعة عباس	درمیان ہوئے جیسے حضرت عباسؓ
وعلى فى ارض بنى نضير	اور حضرت علیؓ کا حضرت عمرؓ کی خلافت
فى خلافة عمر فله محامل	کے زمانے میں بنی نضیر کی زمین کے بارے
وتاويلات والمحمل انهم	میں جھگڑا ہوا تو ان کے لیے اچھی توجیہات
كانوا يطلبون الحق لكن	وتاویلات ہیں۔ اور وہ توجیہ یہ ہے کہ
يصيب بعضهم فى الاجتهاد	تحقیق وہ حضرات حق طلب کرتے تھے
ويخطئ بعضهم والمخطئ	لیکن بعض ان میں سے اپنے اجتہاد میں
فى الاجتهاد غير مأخوذ	صواب پر ہوتے تھے اور بعض خطا پر
بل ماجور۔ هكذا	اور اجتہادی خطا والے پر کوئی مواخذہ
جرت عادة السلف	نہیں۔ بلکہ وہ اجر وثواب کا مستحق ہے۔
الصالحين بحمل افعال	سلفِ صالحین کی یہی عادت رہی
الصحابة على مقاصد	ہے کہ وہ صحابۂ کرامؓ کے افعال کو نیک
صحيحه۔ (نبراس ص۵۵۰)	مقاصد پر محمول کرتے تھے۔

حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت امام جیلانیؒ

حضرت پیر محبوبِ سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور و معروف کتاب "غنیۃ الطالبین" اردو ترجمہ ص۱۳۵ پر لکھتے ہیں:-

"اہل السنت والجماعت نے اتفاق کیا ہے کہ جو اختلاف درمیانِ صحابہؓ واقع ہوا ہے اُس سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا اور اُن کو بُرا کہنے سے

پرہیز کرنا چاہیے۔ بلکہ اُن کی صفاتِ جمیلہ اور اخلاقِ حمیدہ کا بیان کرنا لازم ہے۔"

نیز ص ۱۳۲ پر لکھتے ہیں:۔

"اور جو حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ سے جنگ کی، وہ جنگ اِس لیے کی کہ وہ حضرت عثمانؓ کے قاتل مانگتے تھے۔ اور قاتل حضرت علیؓ کے لشکر میں تھے۔ پس ہر شخص نے بقدرِ ہمتِ خود اچھی تاویل کی ہے...... اور بعد وفات حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ اور ترکِ خلافت حضرت حسنؓ کے حضرتِ معاویہؓ کی خلافت برحق اور درست تھی۔"

حضرتِ مُعاویہؓ اور حضرتِ حسنؓ کی مُصالحت کی بشارتِ نبویّہ

حضرت معاویہؓ کی خلافت پر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے برسرِ منبر خطبہ میں اپنی رضا و خوشنودی کے اظہار کے ساتھ ساتھ حضرت سیدنا حسنؓ کو اس مصالحت کے باعث سیادتؒ نیک کرداری کا مبارک خطاب دیا۔ بخاری شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ابوبکرہؓ سے روایت ہے جو مشکوٰۃ کے ص ۵۶۹ پر منقول ہے:۔

عن ابی بکرۃ قال رأیت	ابوبکرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے
رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ	منبر پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وسلم وھو علی المنبر و	کو دیکھا اور حسنؓ بن علیؓ جو اُس وقت
الحسن بن علی الی جنبہ و	چھوٹے سے بچے تھے، آپؐ کے پاس
ھو یقبل علی الناس مرۃ	منبر پر تھے کبھی آپؐ لوگوں کی طرف متوجہ

وعلیہ اخری ویقول ان ابنی ھذا سید لعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین۔

ہوتے اور کبھی بچے کی طرف۔ اور فرماتے کہ میرا یہ بچہ سید اور بہت نیک ہے ضرور اللہ تعالےٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی عظیم الشان جماعتوں میں صلح واصلاح فرما دیں گے۔

جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تو حضرت سیدنا حسنؓ اور جناب امیر معاویہؓ کے درمیان صلح اور امرِ خلافت حضرت معاویہؓ کے سپرد کر دینے کو جناب حسنؓ کی سیادت وشرافت کا نشان اور اصلاحِ مسلمین بیان فرما کر اپنی رضا۔ وخوشنودی کا منبر پر اعلان فرماویں۔ مگر اس دَور کے جدید طرز کے مجتہد ولیڈر اُن کو شریعت کی حدیں توڑنے والا اور قواعدِ شریعت کو بدل دینے والا قرار دیں۔ چنانچہ خلافت و ملوکیت ص۱۵۰ پر لکھا جاتا ہے :-

" ملوکیت کا آغاز اسی قاعدہ کی تبدیلی سے ہوا۔ حضرت معاویہؓ کی خلافت اس نوعیت کی خلافت نہ تھی کہ مسلمانوں کے بنانے سے وہ خلیفہ بنے ہوں "

گویا خلافت وملوکیت کے فاضل مصنف کے نزدیک شاید سیدنا حسنؓ نہ مسلمانوں کے خلیفہ وامیر تھے اور نہ مسلمانوں میں کوئی مقام وشان رکھتے تھے۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ مصنفِ مذکور کے نزدیک حضرت سیدنا حسنؓ مسلمانوں میں سے ایک مسلمان بھی نہیں تھے، اگر واقعی مسلمان اور مسلمانوں کے امام وامیر تھے تو پھر جس طرح حضرت صدیقؓ نے حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنا دیا تھا، اور مسلمانوں نے بخوشی قبول کر لیا تھا اِسی طرح حضرت

حسنؓ نے خلیفہ بنایا اور خود بمع سیدنا حضرت حسینؓ بیعت کی۔ اور دیگر صحابہؓ و تابعین سب مسلمانوں نے بخوشی اس کو پسند کر کے اس کا نام "عام الجماعۃ" (مسلمانوں میں تفرق کے بعد اتفاق اور ایک جماعت ہونے کا سال) رکھا۔ تو اس سے زیادہ صحتِ خلافت کی سند اور کیا ہو سکتی ہے۔ واقعی حضرت صدیقؓ کا انتخاب بھی نہایت بہترین اور برمحل تھا جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غالب اور سربلند فرمایا۔ اور سیدنا حسنؓ کا انتخاب بھی نہایت موزوں اور بہت ہی فائدہ مند ثابت ہوا، کہ مسلمانوں میں باہمی اختلاف و نزاع ختم ہو گیا۔ اور پراگندہ و منتشر طاقت پھر مجتمع ہو گئی۔ اور اسلامی فتوحات کا دروازہ جو اختلاف کے باعث بند ہو گیا تھا پھر از سرِ نو پہلے کی طرح کھل گیا۔ حتیٰ کہ جناب سیدنا عمر فاروقؓ اور سیدنا عثمانِ غنیؓ کی فتوحات کے مثل حضرت امیر معاویہؓ کے عہد میں فتوحات ہوئیں۔

حضرت معاویہؓ کا کمال

اگر نظرِ انصاف سے دیکھا جائے تو حضرت امیر معاویہؓ نے جو کام امت میں اختلاف و فتنہ پڑ جانے کے بعد کر دکھایا ہے وہ اُن کے کمالِ ایمان اور کمالِ تدبر پر بخوبی دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ سیدنا صدیقِ اکبرؓ و فاروقِ اعظمؓ اور حضرت عثمانِ غنیؓ کے وقت صحابہ کرامؓ شاگردان و تربیت یافتگانِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثریت تھی اور امت میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ اس وقت نظام کو سنبھالنا اور کفار سے جہاد و مقابلہ کرنا اتنا کٹھن اور مشکل نہ تھا جتنا کہ سیدنا علیؓ اور سیدنا امیر معاویہؓ کے لیے باہمی اختلاف پڑ جانے کے بعد مشکل و حوصلہ شکن ہو گیا تھا۔ باہمی جنگ و جدل اور خوں ریزی و فرقہ بازی کے بعد مفسدین و شورش پسند لوگوں کے

فساد و شورش کو مٹا دبا کر مسلمانوں میں اتحاد و یک جہتی کی فضا پیدا کر کے فتوحاتِ اسلامی کا سلسلہ جاری کرنا یہ ایک ایسا کمال ہے کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ کیونکہ حضرت معاویہؓ کے وقت صرف صحابہ کرامؓ کی مطیع و فرماں بردار اور خدا و رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفادار جماعت سے زیادہ دوسرے لوگ مملکتِ اسلامی میں کثرت سے موجود تھے جن میں خارجی اور سبائی وغیرہ مفسدین بھی کافی پائے جاتے تھے۔ ان سب مفسدین کا قلع قمع اور بیخ کنی کر کے اسلام کی سربلندی کا جو کام حضرت معاویہؓ نے کیا وہ قابلِ رشک اور لائقِ ہزار آفرین ہے۔

لیکن سبائی ذہن آج تک حضرت معاویہؓ کی اس دینی خدمت کے باعث ہمیشہ اُن کو مطعون کرتا چلا آ رہا ہے۔ جس کا صریح مقصد یہ ہے کہ اسلامی حکومت میں جو مفسد و شریر جس طرح امت میں فتنہ و فساد اور شرارت و خوں ریزی کے منصوبے اور خفیہ تدابیر و سازشیں کرے اس کے خلاف تادیبی و تعزیری کارروائی اور سیاسی و انتظامی تدبیر کرنے والا خلیفہ بس شریعت کی حدیں توڑنے والا اور سیاست کو دین پر بالا رکھنے والا ہے اور اسلامی خلافت کو مٹا کر غیر اسلامی ملوکیت قائم کرنے کا ملزم و مجرم ہے۔ معاذ اللہ۔

خلافتِ معاویہؓ کی نبوی پیش گوئی اور حضرت حسنؓ کا عمل

بہر حال حضرت معاویہؓ کی خلافت و حکومت کی پیشگوئی حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجدِ نبوی میں اپنے منبرِ نبوی پر بیٹھ کر جمعہ کے خطبہ میں حضرت صدیقؓ و فاروقؓ، غنیؓ و علیؓ اور صحابہ کرامؓ کی مقدس جماعت کے سامنے بطور اپنی رضا و خوشنودی بیان فرمائی تھی۔ اور سیدنا

حسنؓ کی سیادت اور کمالِ شرافت نے اس کو عملی طور پر قائم و مضبوط کیا۔ اور اس عمل کی برکات سے اسلام اور اہلِ اسلام پر ترقی اور فتوحات کے بند دروازے کھل گئے۔ خلاصہ یہ کہ سیدنا حسنؓ کی طرف سے سیدنا امیر معاویہؓ کو خلافت سپرد کر دینے کو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور پیشین گوئی بیان فرمایا۔ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ اور اکابرینِ اہلِ بیتؓ اور تابعین نے بنظرِ استحسان دیکھا اور پسند فرمایا اور اس کو دین و ایمان کے لیے مفید و موزوں سمجھا۔ تو اب یہ بات کسی منصف مزاج دین پسند آدمی کے نزدیک صحیح اور معقول نہیں ہو سکتی کہ سیدنا عثمانؓ نے امیر معاویہؓ کو اپنی خلافت میں علاقۂ شام اور اس کے ملحقات پر عامل رکھ کر اور وہاں کے انتظامی و سیاسی امور اُن کے سپرد کر کے اسلام میں تغیر کا آغاز اور غلط پالیسی کا جرم کیا۔ تو ان جدید مجتہدوں کے قول کے مطابق اگر ایک جزوی حصۂ مملکت پر عامل رکھنا جرم تھا تو پھر ان مجتہد صاحبان کے نزدیک سیدنا حسنؓ کا جرم (العیاذ باللہ) کتنا سنگین اور ناقابلِ معافی ہو گا جنھوں نے تمام مملکتِ اسلامی پر حضرت معاویہؓ کو مستقل و مختار خلیفہ و امیر المؤمنین بنا دیا۔

مسلمان باہمی لڑائی کے بعد بھی مسلمان رہتے ہیں

سیدنا حسنؓ کے اس عمل سے یہ اشکال و اشتباہ بھی بخوبی رفع ہو جاتا ہے کہ حضرۃ سیدنا علیؓ سے جناب امیر معاویہؓ کی مخالفت اور لڑائی کے بعد مسلمانوں کو حضرت معاویہؓ سے محبت و عقیدت کیسے جائز ہے۔ کیونکہ جنگ و جدل اور مخالفت و عداوت کے تمام حالات سیدنا حسنؓ کے سامنے تھے۔ ان حالات کے باوجود سیدنا حسنؓ نے سیدنا امیر معاویہؓ کو امیر المؤمنین بنا کر

آیندہ تمام مسلمانوں کو ہدایت کا راستہ دکھا دیا کہ مسلمانوں اور بالخصوص صحابہ کرامؓ کے درمیان کسی غلط فہمی اور اجتہادی لغزش سے اختلاف ہو جاتا ہے۔ اُن کے اس اختلاف اور باہمی لڑائی تک کے بعد بھی وہ بدستور حقیقی اور سچے مسلمان رہتے ہیں کوئی کافر یا منافق اور دشمنِ اسلام نہیں بن جاتے۔ کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ	اور اگر مؤمنین کے دو گروہوں میں
الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا	جنگ و قتال ہو تو اُن میں اصلاح
فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا (پ ۲۶)	کرو۔

یہ آیت صراحۃً دلالت کرتی ہے کہ مؤمنوں کے دو گروہ باہم جنگ اور لڑائی کرنے کے باوجود پھر بھی مؤمن رہتے ہیں اور ان کی اصلاح اور باہمی مصالحت کی کوشش دین و ایمان کا تقاضا و منشاء ہے۔ اور یہ بھی قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	اے ایمان والو! تم پر قصاص مقرر کیا
كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ	گیا ہے۔ (پ ۲)

اور شرعاً قصاص اُس مسلمان سے لیا جاتا ہے جو دوسرے مسلمان کو ناحق اپنے اختیار اور ارادہ سے قتل کر دے۔ جس سے ثابت ہے کہ باہمی جنگ و جدل اور قتل و خون ریزی کے بعد بھی مسلمان، بدستور مسلمان اور اہلِ ایمان میں سے ہوتا ہے۔ ایمان و اسلام سے خارج نہیں ہو جاتا۔ اسی لیے تو سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ نے حضرت معاویہؓ کو اس قسم کا صحیح و کامل مؤمن سمجھا کہ اُن کو تمام اہلِ ایمان صحابہؓ و اہلِ بیت و خیر القرون کے لوگوں کا امیر و امام بنا دیا۔

اِس سلسلہ میں حضرت علیؓ کے ارشادات

سیدنا حسنؓ و سیدنا حسینؓ کے علاوہ خود سیدنا علی المرتضیٰؓ کے ارشادات بھی اس بارے میں واضح ہیں۔ جو کہ اہلِ سنت و اہلِ تشیع دونوں کی کتابوں میں موجود و ثابت ہیں۔ چنانچہ مقدمہ ابن خلدون اردو ترجمہ ص۲۴۵ پر منقول ہے

"عصرِ ثانی میں اسی حق و باطل کی تمیز کے باوجود اس پر بھی سب کا اتفاق تھا کہ چونکہ فریقین صاحبِ اجتہاد تھے، اس لیے ہر دو فریق گناہ و گرفت سے پاک و بری تھے۔ ایک مرتبہ حضرت علیؓ سے دریافت کیا گیا کہ جنگِ جمل اور صفین کے مقتولین کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے کہ وہ ناجی ہیں یا قابلِ گرفت۔ آپ نے جواب دیا کہ قسم بخدا ان لڑائیوں میں جو بھی مرا وہ جنتی ہے بشرطیکہ اس کا دل پاک ہو (نیت فساد کی نہ ہو) گویا آپ فریقین کے مقتولین کے بارے میں حکم لگا رہے تھے۔ طبری و دیگر مورخین نے یہی الفاظ نقل کیے ہیں۔ بہرحال یہ وہ بزرگ ہیں جن کی عدالت ہر شک و شبہ اور طعن و تشنیع سے مبرا و پاک ہے۔ یہی وہ حضرات ہیں جن کے اقوال و افعال شریعت میں سند ہیں۔ اور اہل السنۃ والجماعۃ کا ان کی عدالت پر فیصلہ ہے۔ مگر چند معتزلہ جو اس بارے میں اختلاف کرتے ہیں تو اہلِ حق نے ان کے قول کو کوئی وقعت نہیں دی۔ اگر آپ انصاف کی نظر سے ان حالات کا مطالعہ کریں تو آپ حضرت عثمانؓ کے بارے میں اور ان کے بعد دیگر معاملات میں اختلاف کرنے والے سب صحابہ کو معذور جانیں گے اور کسی کو الزام نہیں دے سکیں گے۔"

CamScanner

نیز مقدمہ ابن خلدون، ص ۲۴۶ پر ہے :-

"بہرحال ہم کو تو تاب نہیں کہ کسی بدظنی کا خیال اُن کے بارے میں قائم کرسکیں العیاذ باللہ۔ کیونکہ اُن بزرگوں کے برگزیدہ حالات اور پسندیدہ اقوال ہم کو مجبور کرتے ہیں کہ ہم اُن کے متعلق نیک ہی خیال اور اچھا ہی گمان رکھیں۔"

تو سیدنا علیؓ نے دونوں طرف کے مقتولین کو جنتی فرمایا ہے۔ اسی طرح سیدنا علیؓ کا فرمان شیعہ کی معتبر کتاب نہج البلاغہ، ج ۳ ص ۱۲۵ پر یوں منقول ہے :-

ومن کتاب له علیه السلام الی اهل الامصار یقص فیه ماجری بینه وبین اهل صفین وکان بدء امرنا۔ انا التقینا والقوم من اهل الشام والظاهر ان ربنا واحد ونبینا واحد ودعوتنا فی الاسلام واحدة لا نستزیدهم فی الایمان بالله والتصدیق لرسوله ولا یستزیدوننا۔ الامر واحد الا ما اختلفنا فیه من دم عثمان ونحن منه	حضرت سیدنا علیؓ کا گشتی مراسلہ جو شہروں میں بھیجا اور اس میں اپنے درمیان اور صفین میں لڑائی کرنے والوں کے درمیان جو ماجرا گزرا تھا اس کو بیان فرماتے ہوئے لکھا۔" ہمارے معاملہ کی ابتداء یوں تھی کہ ہم میں اور اہلِ شام میں مقابلہ ہوگیا اور ظاہر ہے کہ ہمارا اور اُن کا رب واحد ہے اور نبی بھی واحد ہے اور اسلام کی دعوۃ بھی ایک ہے۔ ایمان باللہ اور تصدیق بالرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ ہم اُن سے زائد ہیں اور نہ وہ ہم سے زائد ہیں۔ یہ ایمان و اسلام کا معاملہ واحد ہے۔ مگر اُن کے اور ہمارے درمیان صرف حضرۃ

عثمانؓ کے خون میں اختلاف ونزاع ہوا
براء۔
اور ہم حضرت عثمانؓ کے خون سے بالکل بری
(نہج البلاغہ ج ۳ صـ ۱۲۵)
وبے تعلق ہیں۔"

تو خود سیدنا علی المرتضیٰؓ کا اپنا فیصلہ یہی ہے کہ "جنگِ جمل" و "جنگِ صفّین میں لڑنے والے سب کے سب جناب علیؓ اور آپ کے طرف داروں کی طرح اہلِ اسلام واہلِ ایمان تھے۔ اور جو لوگ ان لڑائیوں میں قتل ہوئے وہ دونوں طرف والے بہشتی ہیں سوائے اُن لوگوں کے جن کے دلوں میں اسلام اور اہلِ اسلام کے حق میں ناپاک جذبات تھے، جیسے سبائی بلوائی قسم کے حاسدین ومفسدین جو کسی فریق میں شامل رہ کر مارے گئے ہوں۔

سبائی ہفوات وخرافات

سوچنے سمجھنے کی بات ہے کہ یہ لڑائیاں حضرت حسنؓ وحضرت حسینؓ کے سامنے ہوئی تھیں۔ اِن حضرات نے ان لڑائیوں کے بعد بھی حضرت معاویہؓ کو خلافت وحکومت کا اہل سمجھا اور ساری عمر دوستانہ تعلقات قائم رکھے۔ اور ان سے لاکھوں دراہم وظائف و ہدایا وصول وقبول کیے۔ تو یہ سب امور ہم مسلمانوں کے لیے کافی حجت ہیں کہ حضرۃ معاویہؓ واقعی خلافت وحکومت کے لائق تھے اور ان کے متعلق یہ بات بالکل غلط و تہمت ہے کہ وہ حلال وحرام کی تمیز نہ کرتے تھے اور مالِ غنیمت سے سونا چاندی وغیرہ کچھ حصہ ناجائز طور پر لے لیتے تھے۔ اگر بالفرض کوئی ایسی بات ہوتی تو حضراتِ حسنینؓ حرام مال سے وظائف وہدایا ہرگز نہ لیتے اور ضرور بالضرور اس قسم کی غیر شرعی حرکات سے حضرت معاویہؓ کو روکتے اور ان کی مخالفت کرتے نہ یہ کہ ان سے اخوت ومحبت

کے روابط استوار کرتے۔ حضرت معاویہؓ کے خلاف اس قسم کی روایات سبائیوں کے افترا ات و ہفوات ہیں۔

حضرت مُعاویہؓ کا صحیح موقف

اہلِ سنت کے نزدیک، حضرت علیؓ کی خلافت، خلافتِ حقّہ اور خلافتِ راشدہ موعودہ تھی۔ اُن کی خلافت کے بالمقابل حضرت معاویہؓ نے نہ خلافت کا دعویٰ کیا اور نہ خلافت کا جھگڑا کیا، بلکہ صرف سیّدنا عثمانؓ کے قاتلین سے قصاص کا جھگڑا کیا تھا۔ اور اُن کی ساری جنگ اُن قاتلین اور باغیوں کے خلاف تھی۔

حضرت ام المؤمنینؓ اور حضراتِ طلحہؓ و زبیرؓ کا موقف

جیسا کہ جنگِ جمل میں بھی ام المؤمنین طیّبہ طاہرہ سیّدہ عائشہ صدیقہ اور حضراتِ طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم سب نے قاتلینِ سیّدنا عثمانؓ سے قصاص لینے کا مطالبہ کیا۔ اگرچہ فریقین باہم جنگ نہ چاہتے تھے، مگر سبائی باغیوں کی شرارت سے جنگ ہوئی اور کئی ہزار مسلمانوں کی قیمتی جانیں تلف ہوئیں۔ جس کے باعث سیدہ عائشہ صدیقہ ام المؤمنینؓ اس قدر روتی تھیں کہ دوپٹہ تر ہو جاتا تھا۔ اسی طرح جناب سیدنا علیؓ بھی اِس سلسلہ میں سخت روتے اور فرماتے تھے کاش کہ میں اِس سے بیس سال پہلے فوت ہو جاتا

(حلیہ۔ حاشیہ نبراس ص۵۰۴)

مودودی صاحب کا کمال

مگر مودودی صاحب کا کمال ملاحظہ ہو کہ حضرت سیّدہ ام المؤمنینؓ کے دردِ دل اور اس رونے کو

نقل فرما کر دکھاتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ اپنی غلطی پر نادم ہو کر روتی تھیں۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ حضرت علیؓ کا اضطراب اور رونا و مغموم ہونا نہیں دکھاتے۔ کیونکہ اس سے مسلمان سمجھ جائیں گے کہ یہ درد اور رونا مسلمانوں کی باہمی خوں ریزی اور قیمتی جانوں کے تلف ہونے پر تھا۔ حق و باطل کے تقابل پر نہ تھا۔

فریقین اہلِ حق تھے

بلکہ فریقین اجتہاد کی وجہ سے اہلِ حق تھے جو رضاءِ الٰہی اور حق کی طلب کے لیے میدان میں آئے تھے ایک اقرب الی الحق تھا دوسرا مجتہد مخطی تھا۔ جو شرعاً معذور و ماجور تھا، نہ کہ ماخوذ و مأزور۔ اس لیے اہل السنۃ والجماعۃ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ فریقین اہلِ حق تھے۔ کسی کو خلافِ شریعت کہنا درست نہیں۔ مگر کمال دیکھیے مودودی صاحب کا جنھوں نے حضرت طلحہؓ و زبیرؓ جیسے قطعی جنتی اصحابِ عشرۂ مبشرہ و دیگر صحابہؓ پر فتویٰ جڑ دیا ہے کہ اُن کا یہ عمل شریعت میں درست نہ تھا۔ (خلافت و ملوکیت ص ۳۴۳) پھر مودودی صاحب کی یہ بات شاید ان ہی جیسے جدید طرز کے لیڈر اور مجتہد صاحبان ہی سمجھیں گے کہ ان حضرات کا یہ عمل شریعت میں درست نہ تھا، مگر تھا نیک نیتی سے۔ اور اس کو اجتہادی خطا بھی نہیں کہا جا سکتا۔ (خلافت و ملوکیت ص ۳۴۳)

اگر یہ اجتہادی خطا بھی نہیں اور شریعت میں بھی درست نہیں تو یہ نیک نیتی کی کون سی نرالی قسم نکل آئی ہے؟ پھر اس طرح تو سود۔ رشوت۔ چوری اور غصب کا مال بھی اس نیک نیتی سے لوگ لینا شروع کر دیں کہ اس مال سے غریبوں محتاجوں کی امداد کریں گے یا بعض نیک کاموں میں صالحین کو مالی امداد

CamScanner

ہم پہونچائیں گے۔ العیاذ باللہ۔

حضرت معاویہؓ حق پر تھے

بہر حال سیدنا عثمانؓ کے قصاص کے مطالبہ میں کسی نے حضرت معاویہؓ کو باطل پر نہیں کہا۔ اہلِ سنت نے ان کو مجتہد مخطی کہا۔ اور حضرت علیؓ کی جماعت اور طرف داروں کے ساتھ ان کی لڑائی کو تاویل و اجتہاد پر محمول کیا ہے۔ مجتہد مخطی گناہگار اور مجرم نہیں بلکہ اجر و ثواب کا حقدار ہے۔ کیونکہ مجتہد کے لیے شرعاً اپنے اجتہاد پر عمل کرنا واجب ہے۔ صاحبِ ہدایہ نے بھی حضرت معاویہؓ سے صحابۂ کرامؓ کے تقلد و قبولیتِ قضا سے اشارہ کر دیا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے نزدیک حضرت علیؓ کی خلافتِ حقّہ کی نوبت میں حضرت معاویہؓ بوجہ اجتہاد پر عامل ہونے کے شرعاً یہ موقف رکھتے تھے کہ اُن سے عہدۂ قضاء قبول کر لینا جائز تھا، اسی لیے صحابہؓ نے قبول کیا تھا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی اشارہ کر دیا کہ حضرت علیؓ کی خلافت کی نوبت کے بعد حضرت معاویہؓ اپنی نوبت میں خلیفۂ برحق تھے۔ اہلِ سنت کا یہی مسلک ہے کہ حضرت علیؓ کی خلافت کے مقابلہ میں تو بے شک حضرت معاویہؓ کی خلافت بہت کم درجہ رکھتی ہے مگر حضرت معاویہؓ کے بعد والے سب خلفاء کی خلافتوں سے بدرجہا افضل و بہتر تھی۔ خواہ وہ عمرؒ بن عبد العزیز ہوں یا مہدیؒ عباسی وغیرہ جیسے نیکوکار و خدا ترس خلفاء ہوں۔

باغی، سبائی ملعون تھے نہ کہ حضرت معاویہؓ

بعض حضرات کو حضرت عمار بن یاسرؓ کی شہادت سے

یہ غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ حضرت معاویہؓ کو ضرور باغی سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمارؓ کو فرمایا تھا تقتلك الفئة الباغیة تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔ مگر یہ حضرات دوسری حدیث پر غور نہیں فرماتے جس میں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:۔

یا عمار لا یقتلك اصحابی	اے عمار تجھے میرے صحابہ میں سے کوئی
تقتلك الفئة الباغیة	قتل نہ کرے گا، بلکہ تجھے باغی جماعت
(وفاء الوفاء)	قتل کرے گی۔

جس سے مراد حضرت سیدنا عثمانؓ خلیفہ راشد کے خلاف بغاوت کرنے والی جماعت ہے۔ چنانچہ حضرت معاویہؓ نے یہی تاویل کی تھی کہ میرے ساتھی میرے فرماں بردار ہیں۔ میں نے ان کو حضرت عمار کے قتل سے منع کیا ہوا تھا۔ لیکن حضرت علیؓ کے ساتھ ایسے لوگ ہیں جو ان کے نافرمان ہیں۔ حضرۃ عمارؓ کو اُنھی نے قتل کیا ہے۔ اور واقعی وہی باغی لوگ تھے جو سیدنا عثمانؓ کے قاتل اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کے قاتل اور فئۃؓ باغیۃؓ کے صحیح و اصلی مصداق تھے۔ وہی حضرت عمارؓ کے قاتل تھے۔ انہی کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ وہ فئۃ باغیۃ ہو گا جو فتنہ و فساد کے موجب اور جہنمی قسم کے لوگ ہوں گے۔ حضرت معاویہؓ کی طرف یہ تاویل منسوب کرنا غلط ہے کہ انھوں نے فرمایا تھا کہ حضرت علی ان کو میدانِ جنگ میں لائے ہیں، لہذا وہی ان کے قاتل ہیں۔ یہ محض سبائی افترا ہے جو کہ سبائیوں نے از خود بنا کر حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کی طرف منسوب کیا ہے۔ حضرت عمارؓ

کے قاتل نہ حضرت علیؓ ہیں۔ نہ حضرت معاویہؓ ہیں۔ کیونکہ یہ حضرات یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ اور کوئی صحابی حضرت عمارؓ کا قاتل نہیں ہو سکتا۔ اسلام میں اولاً و بالذات باغی جماعت وہی ہے جو حضرت عثمان ذوالنورینؓ جیسے رحیم و کریم خلیفۂ راشد کی خلافتِ راشدہ کے خلاف بغاوت کی مجرم ہو کر فئۃٌ باغیۃٌ کی حقیقی مصداق بنی۔ جس قدر احادیث اور روایات فئۃٌ باغیۃ کے متعلق ہیں وہ سب انہی مفسدین کے حق میں ہیں۔ دوسرے حضرات کے حق میں ان روایات کو بیان کرنا محض غلط فہمی اور اجتہادی غلطی ہے۔

یزید کی ولی عہدی

حضرت معاویہؓ کے متعلق سب سے بڑا خدشہ یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے بعد یزید کو ولی عہد کیوں بنایا۔ تو اس کے متعلق اہل السنۃ والجماعۃ اور بڑے بڑے محققین و مؤرخین کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ نے اُس وقت کے اہلِ حل و عقد اور اہلِ رائے کی اکثریت کے تقاضے سے مسلمانوں میں آئندہ اختلاف و انتشار اور قتل و قتال و خوں ریزی سے حفاظت کے پیشِ نظر نیک نیتی سے یہ کام سر انجام دیا نہ کہ پدری شفقت اور خاندانی وراثت قائم کرنے کے خیال سے ایسا کیا۔ اور شرعاً ان کو ایسا کرنے کا حق تھا۔

تقررِ امیر و خلیفہ کی چار شرعی صورتیں

کیونکہ اہل السنۃ اہلِ حق کے نزدیک اسلام میں تقررِ خلیفہ و امام و امیر کی چار مختلف متبادل جائز شرعی صورتیں ہیں۔ (۱) پہلی صورت نصِ شارع علیہ السلام ہے۔ جیسے الائمۃ من قریش فرمایا۔ یا حضرت مہدی اور حضرت

بیسے علیہ السلام کی خلافت کا فرمایا۔ (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ خلیفہ سابق کسی کو اپنے بعد معیّن و نامزد کردے۔ (۳) تیسری صورت اہلِ حل وعقد (اہلِ رائے، اہلِ عدل، اہلِ علم جو ملکی معاملات و سیاسیات پر اثر و رسوخ رکھتے ہوں) کسی کو باہمی مشورہ سے امام و خلیفہ مقرر کریں۔ جو کہ شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ اور اَمْرُهُمْ شُوْرٰی۔ اور امورکم شوریٰ بینکم وغیرہ سے مستفاد و مفہوم ہے۔ (۴) چوتھی صورت یہ ہے کہ کوئی عادل مسلمان کسی کافر یا ظالم و فاسق، محرّفِ دین امیر و حاکم کو ہٹا کر خود تسلّط و غلبہ حاصل کرلے۔ ان چاروں طریقوں میں سے مسلمانوں کا امیر و امام جس طریقہ سے مقرر ہو شرعاً جائز و صحیح ہے۔ اہلِ سنت کی عقائد کی کتابوں میں یہ چاروں صورتیں تقررِ امام و خلیفہ کی بیان کی گئی ہیں۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ازالۃ الخفاء جلد اول ص ۲۳ و ص ۲۴ پر۔ اور نبراس شرح شرح عقائد ص ۵۳۸ پر تقررِ خلیفہ کی یہی چار صورتیں نقل کی ہیں۔ صحابہ کرامؓ اور سلفِ صالحین میں سے کسی کا کوئی مستند و معتبر قول اس قسم کا نہیں ملتا کہ کسی امام و خلیفہ کے بعد اس کا کوئی رشتہ دار باپ، بیٹا بھائی وغیرہ خلیفہ بنایا جائے تو اس کی خلافت ناجائز اور خلافِ اسلام ہوگی۔ بلکہ اس کے برعکس اس کے جواز کا ثبوت ملتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا علیؓ سے جب آپ کے بعد سیدنا حسنؓ کو خلیفہ بنانے کا سوال کیا گیا تو آپ نے یہ نہ فرمایا کہ باپ کے بعد بیٹے کا خلیفہ بننا قیصر و کسریٰ کی سنت ہے جو اسلام میں جائز نہیں۔ بلکہ آپ نے اس کو اسلام میں صحیح اور جائز سمجھتے ہوئے فرمایا ہاں اگر تم لوگ مناسب سمجھو تو بنالو۔ چنانچہ سیدنا حسنؓ کو باپ کے بعد خلیفہ

بنالیا گیا۔ حتٰی کہ آپ کی شش ماہہ خلافت کو خلافتِ راشدہ کا تتمہ اور استطرادا اس میں شمار کیا گیا ہے۔ سیّدنا عمر فاروقؓ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہؓ کو اپنے بعد خلیفہ ہونے سے باز رکھا تو اس خیال سے نہیں کہ یہ شرعًا ناجائز ہے بلکہ خلافت کے فرائض و ذمہ داری کے بوجھ سے اُن کو بچانے کے ساتھ ساتھ احتیاط و ورع کے پیشِ نظر خلافت سے دنیاوی نفع کے شائبہ تک سے بھی احتراز و اجتناب مقصود تھا۔ تو یہ ورع و تقویٰ کے انتہائی و اعلیٰ مراتب کی رعایت تھی نہ کہ ناجائز وغیر صحیح ہونے کی وجہ سے ایسا کیا تھا۔ غور فرمائیے۔ اہلِ سنت کی معتبر کتابوں اور عقائد کی کتابوں میں ثابت ہے :-

ثم الامامۃ تثبت عند اھل السنۃ والجماعۃ اما باختیار اھل الحل والعقد من العلماء و اصحاب العدل والرای کما ثبت امامۃ ابی بکر واما بتنصیص الامام و تعیینہ کما ثبت امامۃ عمر باستخلاف ابی بکرٍ ایاہ۔

(شرح فقہ اکبر ص۱۷۵)

کسی خلیفہ و امام کی خلافت و امامت اہلِ سنت کے نزدیک یا تو اہلِ حل و عقد۔ علماء، نیکوکار دین دار اہلِ رائے لوگوں کے اختیار و انتخاب سے ثابت ہوتی ہے جیسے صدیقِ اکبرؓ کی خلافت ہے۔ یا امامِ سابق کی نامزدگی اور معین کرنے سے خلافت ثابت ہوتی ہے۔ جیسے کہ حضرت عمرؓ کی خلافت جناب صدیقِ اکبرؓ کے معین کرنے اور خلیفہ بنانے سے ثابت ہوئی۔

نیز شرح شرح عقائد نبراس، ص ۵۳۸ پر منقول ہے:-

الطریق الثانی نص الامام السابق وھذا باجماع اھل السنۃ الخ	اسلام میں تقرر امام وخلیفہ کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ امام سابق کسی کو معین ونامزد کردے۔ اور اس کے جواز پر اہل السنت والجماعت کا اجماع و اتفاق ہے۔

علامہ ابن خلدون اپنی معروف کتاب "مقدمہ ابن خلدون" اردو ترجمہ ا ص ۲۴۳ پر لکھتے ہیں:-

"اگر امام اپنے باپ یا بیٹے کو اپنا ولی عہد مقرر کردے تو ہم اس پر بدگمانی نہیں کرسکتے۔ کیونکہ جب وہ اپنی زندگی میں سارے امور و معاملات میں قابلِ اعتماد مانا گیا ہے تو وہ اپنی زندگی کے بعد کے معاملات میں جو فیصلے دے گیا ہے اس میں بھی ہم کو اس پر بدگمانی نہیں کرنی چاہیے۔ اور اُس پر کوئی اتہام نہیں لگانا چاہیے۔ یہ بات اُن لوگوں کے مذہب کے خلاف ہے جو کہتے ہیں کہ امام کا اپنے باپ یا بیٹے کو ولی عہد مقرر کرنا باعثِ اتہام ہے۔ یا جو صرف بیٹے کو ولی عہد بنانا اتہام کا سبب جانتے ہیں نہ کہ باپ کو۔ اور حقیقت میں یہ عمل بدگمانی و بدظنی سے بہت دور ہے۔ خصوصاً جب کہ کسی خاص مصلحت کا تقاضا بھی اس کے ساتھ شامل ہو یا کسی خاص فتنہ و فساد سے بچاؤ مدِنظر ہو تو ایسے وقت میں تو بدظنی کو سرے سے گنجائش ہی نہیں ہوتی۔ جیسا کہ حضرت معاویہؓ نے جب اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین بنایا تو ان کے اس فعل پر بنی امیہ کے ارباب

حلّ وعقد کا اتفاق ان کے لیے کافی حجت تھا۔ اور اسی اتحاد و اتفاق کی مصلحت کو سامنے رکھ کر انہوں نے اور لوگوں کو چھوڑ کر یزید کو اپنی جانشینی کے لیے چھانٹا۔ یہ حقیقت ہے کہ بنی امیہ اس وقت یزید کے سوا اور کسی کی ولی عہدی کے لیے رضامند ہونے والے نہیں تھے اور وہ قریش اور تمام مسلمانوں کی عصبیت اپنی پشت پناہی میں رکھتے تھے۔ خود بااثر تھے اور باشوکت۔ لہٰذا ان ہی حالات کے پیشِ نظر معاویہؓ نے اور بہتر لوگوں کو چھوڑ کر یزید کا انتخاب کیا۔ اور فاضل و بہتر کو نظر انداز کر کے مفضول و کمتر کو مسندِ سلطنت پر لائے۔ صرف اِس لالچ سے کہ لوگوں کا اتحاد و اتفاق اور ان کی رائے میں یک جہتی کہیں ہاتھ سے نہ جاتی رہے۔ جس کی بقا کو شارع علیہ السلام نے بہت ہی.... اہمیت دی ہے۔ ورنہ اس کے سوا معاویہؓ کے بارے میں اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ ان کی مسلّمہ عدالت اور صحبتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہوئے زبان اُن کے بارے میں بدگمانی کا خیال ظاہر کرنے سے گنگ ہے۔ مزید برآں اکابرِ صحابہؓ کی موجودگی اور ان کا اس بارے میں سکوت اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ معاویہؓ ہر بدظنی سے پاک ہیں۔ اور ان کو الزام نہیں دیا جاسکتا۔ نہ تو صحابہؓ ہی کی وہ شخصیتیں تھیں کہ وہ حق کے اظہار سے خاموش رہتے۔ نہ معاویہؓ اس مزاج کے تھے کہ وہ عزت و شانِ مملکت کی خاطر حق کو اختیار کرنے سے باز رہتے۔ ان بزرگوں کی عدالت ایسی غلط کاریوں سے بہت بلند و بالاتر ہے"۔

خلاصہ یہ ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک حضرت معاویہؓ کا یزید کو ولی عہد بنانا اُس زمانہ کے اربابِ حل وعقد کی اکثریت کے تقاضے کے ساتھ ساتھ نیک نیتی اور امتِ مسلمہ کی خیر خواہی و خیر اندیشی کے جذبے کے تحت تھا۔ جس شخص کے سامنے اسّی نوّے ہزار کے قریب مسلمانوں کی خوں ریزی کے دردناک واقعات رونما ہو چکے تھے وہ یہ سب کچھ اسی قسم کے واقعات سے امت کو بچانے کے لیے کر رہا تھا۔ اور یہ ان کا اجتہاد تھا کہ مسلمانوں کی بہتری اور حفاظت اسی میں ہے۔ اور اس وقت یزید کے حالات ان کے نزدیک بگڑے ہوئے نہ تھے۔ چنانچہ نبراس شرح شرح عقائد صفحہ ۵۴۲ پر مرقوم ہے:۔

انما نصبہ معاویۃ ظناً بصلاحہ کما روی انہ قال اللھم ان کان یزید علی ما اظنہ والا فعجل موتہ وقد استجیب دعائہ فلم یطل ملکہ۔	حضرت معاویہؓ نے یزید کو اسکی صلاحیت و عمدگی کے خیال سے ولی عہد بنایا تھا۔ جیسے کہ ان سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت معاویہؓ نے اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں دعا مانگی کہ اے اللہ اگر یزید اس لائق ہو جیسا کہ میں نے سمجھا ہے تو بہتر ورنہ اس کو جلدی موت دے۔ اور بیشک انکی دعا قبول ہوئی کہ یزید کی حکومت دیر تک نہ رہی۔

اس سے بخوبی ثابت ہے کہ حضرت معاویہؓ نے اجتہادی طور پر اپنے خیال میں، یزید کی صلاحیت اور امت کی بہتری کو سامنے رکھ کر یزید کو ولی عہد مقرر کیا۔ اگر

CamScanner

حضرت معاویہؓ کی وفات کے بعد وہ ویسا نہ رہا اور اس کی حالت بدل اور بگڑ گئی تو اس میں حضرت معاویہؓ کا کیا جرم و قصور ہے۔ جس طرح کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض قبائل کے لوگوں کی درخواست پر اعتماد کر کے چند صحابہ کو تعلیم دین کے لیے ان کے پاس بھیجا۔ مگر ان لوگوں نے صحابہ کرامؓ کو شہید کر دیا (بخاری) یا جس طرح حضرت حسینؓ نے کوفہ والوں پر اعتماد کیا۔ باوجودیکہ آپ کو حضرت عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ اور اپنے بھائی محمدؒ بن حنفیہ نے کوفہ والوں پر اعتماد کرنے سے روکا اور آپ نے مزید احتیاط کے طور پر حضرت مسلم بن عقیلؒ کو وہاں بھیج کر پوری تحقیق و احتیاط کے بعد اپنے اجتہاد سے ان پر اعتماد کر لیا اور مع اہل و عیال ان کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ کی اس قدر احتیاط اور کوشش کے باوجود وہ لوگ بدعہد اور بے وفا ہو گئے۔ تو جس طرح ان قبائل پر اجتہادی طور پر اعتماد کرنے کے بعد اُن کے بدعہد و خائن ہو جانے سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ قدسی صفات پر ہرگز ہرگز کوئی حرف و الزام نہیں آسکتا۔ اور اہلِ کوفہ پر اجتہادی طور پر اعتماد کرنے کے بعد ان کے بدعہد اور خائن ہو جانے سے سیدنا حسینؓ پر کوئی الزام و اعتراض جائز نہیں ہو سکتا، اسی طرح جناب معاویہؓ کے اجتہادی طور پر یزید پر نیکی کا گمان و اعتماد کرنے سے اور بعد میں یزید کے بدل جانے اور بگڑ جانے سے حضرت معاویہؓ پر بھی کوئی الزام و حرف نہیں آسکتا۔

صحابہ کرامؓ کے خلاف روایات کی حقیقت

خلاصہ یہ کہ حضرت معاویہؓ اور ان کے معاونین و موافقین صحابہ کرامؓ کی جماعت کے خلاف جو رطب و یابس تاریخی روایات بیان کی جاتی ہیں

اہلِ سنت کے نزدیک وہ متفقہ طور پر ناقابلِ اعتماد اور مردود ہیں۔ کیونکہ عقیدہ و مذہب کی بنیاد قرآن مجید اور سنتِ ثابتہ صحیحہ پر ہوتی ہے۔ اور اس کے خلاف جو کچھ ہوتا ہے وہ مؤوّل اور نیک محمل پر محمول ہوتا ہے۔ یا موضوع و مردود ہوتا ہے۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ کی عدالت۔ طہارت پر قرآن مجید کی سینکڑوں آیات اور احادیثِ نبویہ مشہورہ متواترۃ المعنی کی واضح و بیّن شہادت کے باعث تمام سلفِ صالحین فقہاء و محدّثین کا عقیدہ ہے کہ تاریخی روایات جن میں کذاب و مردود راویوں تک کی روایات داخل ہیں ان کی تو کوئی پوزیشن ہی نہیں۔ بلکہ مستند و صحیح حدیث کی کسی روایت میں اگر کوئی طعن کسی صحابی کے بارے میں پایا جائے تو اس کی کوئی توجیہ و صحیح تاویل ہوگی۔ یا کسی راوی کی غلط فہمی ہوگی۔ چنانچہ علامہ نوویؒ لکھتے ہیں:۔

قال العلماء الاحادیث الواردۃ التی فی ظاھرھا دخلٌ علی صحابیٍّ یجب تأویلھا۔ وقالوا لا یقع فی روایات الثقات الا ما یمکن تأویلہ۔ (نووی شرح مسلم فضائلِ علیؓ)	علماء نے فرمایا ہے کہ جن احادیث میں بظاہر کسی صحابی پر حرف آتا ہو ان کی تاویل ضروری ہے۔ نیز فرمایا ہے کہ ثقہ و معتبر راویوں کی روایات میں کوئی ایسی بات نہیں کہ جس کی تاویل نہ ہو سکے۔

حضراتِ صحابہؓ کے متعلق مسلکِ اہلِ سُنّت

نیز علامہ نوویؒ نے لکھا ہے:۔

لکنا مامورون بحسن الظن	لیکن ہم کو صحابہ کرامؓ کے بارے میں اباد جو

بالصحابة ونفي كل رذيلة عنهم واذا انسدت طرق تأويلها نسبنا الكذب الى رواتها۔

نووی۔ جلد ثانی
حکم الفئ

معصوم نہ ہونے کے، احسن ظن رکھنے اور ان سے ہر رذیل بات کی نفی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جب کسی روایت کی تاویل و توجیہ کے تمام راستے بند ہوں تو ہم اس کے راویوں کی طرف کذب وغلط بیانی کی نسبت کریں گے۔ (یعنی کسی صحابی کی طرف رذیل چیز کی نسبت ہرگز صحیح نہیں ہو سکتی ہے)

اور اسی طرح اہلِ سنت کی عقائد کی کتابوں میں لکھا ہے:-

يكف عن ذكر الصحابة الا بخير۔ وجوب الكف عن الطعن فيهم۔

(نبراس شرح شرح عقائد ص۳۷)

سوائے خیر وخوبی کے صحابہ کرامؓ کا ذکر ہرگز نہ کرنا چاہیے۔ اور اُن پر طعن کرنے سے بند رہنا واجب ہے۔

سائر الصحابة لا يذكرون الا بخير ولو روي عنهم امور موسوسة كمعاوية وعمرو بن العاص ومغيرة بن شعبة وبسر بن ارطاة ويحمل امورهم على اجتهادهم

تمام صحابہؓ کو سوائے خیر کے ہرگز ذکر نہ کیا جائے۔ اگرچہ ان میں سے کسی کے متعلق وسواس میں ڈالنے والی چیزیں روایت کی گئی ہوں جیسے حضرت معاویہؓ حضرت عمروؓ بن العاص، حضرت مغیرہؓ و بُسرؓ بن ارطاۃ کے متعلق۔ ان کے ایسے اُمور۔

بل الافضل السکوت عن ذکرھا حفظا للمؤمنین عن الوساوس فان الانکار علی واحد منھم ثلمۃ فی الایمان و یرجی لھم اکثر مما یرجی لغیرھم من المؤمنین من المغفرۃ والثواب۔	اجتہاد پر محمول ہیں۔ بلکہ ایسی چیزوں ، عام مسلمانوں کے ایمان کے حفاظت کے پیشِ نظر سکوت افضل ہے کیونکہ کسی صحابی پر اعتراض وانکار ایمان میں خلل کا موجب ہے اور صحابہؓ کے لیے بہت زیادہ مغفرت و ثواب کی امید ہے جو دوسرے مؤمنین کے لیے نہیں۔ (نبراس ص۵۵۷)

معاندینِ صحابہؓ کے متعلق ارشاداتِ رسولؐ

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

۱۔ ان شرار امتی اجرأھم علی اصحابی (نبراس ص۵۴۹)	میری امت میں شریر لوگ وہ ہیں جو میرے صحابہؓ پر اعتراض کرنے میں نہایت جری ہوں۔

نیز ارشادِ نبویؐ ہے :-

۲۔ اذا رأیتم الذین یسبّون اصحابی فقولوا لعنۃ اللہ علی شرکم۔ (ترمذی)	جب ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہؓ پر سب وطعن کرتے ہیں ، تو کہو اللہ تعالیٰ کی تمہارے شر پر لعنت ہو۔

نیز ارشادِ نبویؐ ہے :-

۳۔ لا تسبّوا اصحابی فلوان	میرے صحابہ پر سب وطعن ہرگز نہ کرنا

احدکم انفق مثل اُحد ذھبًا ما بلغ مد احدھم ولا نصیفہ (بخاری شریف)

کیونکہ اگر تم لوگ اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرو تو ان کے مُد و نصف مُد (سیر و نیم سیر مثلاً) کے برابر نہیں ہو سکتا۔

نیز فرمایا:-

۴۔ من سبّ اصحابی فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین۔ (نبراس ص۵۵۹)

جس نے میرے صحابہؓ پر سب و طعن کیا پس اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے

نیز فرمایا:-

۵۔ اذا ذکر اصحابی فامسکوا۔ (شرح فقہ اکبر ص۸۴)

جب میرے اصحابؓ کا ذکر ہو تو اُن کے حق میں طعن و تشنیع اور ناموزوں بات سے بند رہو۔

نیز فرمایا:-

۶۔ اکرموا اصحابی فانھم خیارکم۔ (مشکوٰۃ ص۵۵۴)

میرے صحابہؓ کی تعظیم و تکریم کرتے رہنا کیونکہ وہ تم سب سے بہتر اور اچھے ہیں۔

نیز ارشاد ہے:-

عن عمر بن الخطاب قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول سئلت ربی عن اختلاف اصحابی

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپؐ فرما رہے تھے، میں نے اپنے رب سے اپنے بعد صحابہؓ کے اختلاف

من بعدی فاوحی الی۔
یا محمد ان اصحابك
عندی بمنزلة النجوم
فی السماء بعضها اقوی
من بعض ولكل نور
فمن اخذ بشئ مما هم
علیه من اختلافهم
فهو عندی علی هدی
قال وقال رسول الله
صلی الله علیه وسلم
اصحابی كالنجوم فبایهم
اقتدیتم اهتدیتم۔
(مشكوٰة ص۵۵۴)

کے بارے میں سوال کیا تو اللہ تعالٰے نے وحی بھیجی اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم تیرے صحابہ میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں جن میں سے بعض زیادہ قوی ہیں اور ہر ایک کے لیے نور ہے پس جو شخص بھی ان کے اختلاف میں سے کسی چیز پر عمل کرے گا وہ شخص میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔ حضرت عمرؓ نے بیان کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ رض ستاروں کی طرح ہیں جس کی اقتداء کروگے ہدایت پالوگے۔

نیز فرمایا:-

۸۔ خیر امتی قرنی۔ ثم
الذین یلونهم ثم
الذین یلونهم۔ الخ
(بخاری شریف۔ مسلم شریف)

میری امت میں سب سے بہتر میری جماعت ہے۔ پھر وہ لوگ جو اُن کے پیچھے آئیں۔ پھر وہ لوگ جو اُن کے پیچھے آئیں۔

نیز فرمایا:-

۹۔ عن عبد اللہ بن مغفل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا من بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم و من ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن اٰذاھم فقد اٰذانی و من اٰذانی فقد اٰذی اللہ ومن اٰذی اللہ فیوشک ان یاخذہ

(مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۴)

حضرت عبداللہ بن مغفل فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ سے ڈرتے رہو میرے صحابہ کے بارے میں۔ ان کو میرے بعد اعتراض وطعن کا نشانہ نہ بنانا۔ کیونکہ جس نے ان کے ساتھ محبت کی تو میرے ساتھ محبت کی وجہ سے کی۔ اور جس نے ان کے ساتھ بغض رکھا تو میرے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔ جس نے انکو تکلیف پہونچائی اس نے مجھے تکلیف پہونچائی اور جس نے مجھے تکلیف پہونچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہونچائی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہونچائی پس قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو پکڑلے۔

حضرت محبوبِ سبحانی شیخ عبد القادر جیلانیؒ اپنی معروف کتاب غنیۃ الطالبین میں نقل فرماتے ہیں :۔

"حضرت انسؓ نے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تحقیق خداوند تعالیٰ نے مجھے برگزیدہ کیا اور میرے لیے میرے

یاروں کو پسند فرمایا اور ان کو میرا مددگار بنایا۔ اور بعض کے ساتھ میرا رشتہ
پیدا کیا۔ اور آخر زمانہ میں ایک جماعت پیدا ہوگی جو ان کا رُتبہ کم کرے گی
پس تم خبردار رہو کہ اُن کے ساتھ تم کھانے پینے میں شامل مت ہو۔ اور
آگاہ ہو جاؤ کہ ان کے ساتھ مناکحت مت کرو۔ اور خبردار ہو جاؤ کہ
ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔ اور ان کے جنازے کی بھی نماز مت پڑھو۔
کیونکہ ان پر خدا کی لعنت نازل ہوتی ہے۔.......

اہل السنۃ والجماعۃ نے اتفاق کیا ہے کہ جو اختلاف درمیانِ صحابہؓ
واقع ہوا ہے اس سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا واجب ہے۔ اور ان کو
بُرا کہنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ بلکہ اُن کی صفاتِ جمیلہ و اخلاقِ حمیدہ کا
بیان کرنا لازم ہے۔" (غنیۃ الطالبین اردو ترجمہ ص۱۳۵)

اِس حدیثِ پاک کا مضمون ازالۃ الخفاء جلد اوّل، ص ۳۷۰ پر بھی موجود ہے۔
صحابۂ کرامؓ کی شان میں آیات و احادیث اور اقوالِ سلفِ صالحین کا اتنا بے شمار
ذخیرہ ہے کہ جس کو بیان کرنے کے لیے لمبے چوڑے دفاتر اور مدتیں درکار ہیں۔ اب
اس قدر مستند و واضح حقائق کی موجودگی میں تاریخی بے سروپا روایات کی کیا حقیقت
رہ جاتی ہے۔ کہ جن کے ذریعہ صحابۂ کرامؓ کو مجروح و مطعون کرنے کی کوشش کی
جاتی ہے۔ جب کہ تاریخ نویسی کا سلسلہ خلافتِ بنو عباس میں شروع ہوا۔ اور بنو
امیہ کی دشمنی میں ان کے تمام خلفاء کی نعشیں قبروں سے نکال کر جلادی گئیں اور ان
کے مخالفین نے موقعہ پاکر ان کے خلاف کافی کچھ اتہامات و بہتانات کا طوفان
کھڑا کر دیا۔

صحابہ کرامؓ کے خلاف اکثر روایات سبائی روافض کی ہیں

آپ یہ سُن کر حیران ہوں گے کہ صحابہ کرامؓ کے خلاف جس قدر تاریخی روایات ہیں وہ ساری کی ساری واقدی جیسے کذّاب اور ابو مخنف لوط بن یحییٰ اور کلبی اور ابنِ کلبی جیسے سبائی روافض کی روایات ہیں۔ بعد والے سب مؤرخین ان سے ہی ناقل ہیں۔

تاریخ کا مأخذ چار کتابیں

مشہور مؤرخِ اسلام شبلی نعمانی مرحوم اپنی معروف کتاب سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حصہ اول ص۴۴ پر لکھتے ہیں:۔

”تاریخ کی تمام کتب کا سلسلہ صرف چار کتابوں پر منتہی ہوتا ہے سیرت ابنِ اسحاق[1]، واقدی[2]، ابنِ سعد[3]، طبری[4]۔ ان کے علاوہ جو کتابیں ہیں وہ ان سے متأخر ہیں۔ ان میں جو واقعات مذکور ہیں زیادہ تر انہی سے لیے گئے ہیں۔ ان میں واقدی تو بالکل نظر انداز کر دینے کے قابل ہے۔ محدثین بالاتفاق لکھتے ہیں کہ وہ خود اپنے جی سے روایتیں گھڑتا ہے“۔

اس سے بخوبی ثابت ہے کہ ان چار کتابوں کے علاوہ جتنی تاریخ کی کتابیں ہیں وہ سب ان چاروں سے ناقل ہیں۔ ان کی کوئی اپنی تحقیق یا کسی دوسرے ذریعہ سے ان کے پاس یہ تاریخی روایات نہیں پہونچیں۔ انہوں نے ناقل ہونے کی حیثیت سے اپنی دیانت و امانت کے پیشِ نظر دوسروں کی بات جوں کی توں نقل تو کر دی ہے۔ مگر اس کی تصدیق و توثیق اور صحت و تائید ہرگز بیان نہیں کی۔ بلکہ اُن روایات کو اس اصل کتاب کی مثل دکھا کر ان کے غیر مستند و غیر معتبر ہونے کو دلالۃً و اشارۃً ظاہر کر دیا۔

کیونکہ ان کے گردوپیش اس وقت عام اہلِ علم میں واقدی وطبری۔ کلبی وابنِ کلبی وغیرہ کی روایات کا مجموعہ رطب ویابس اور بیشتر موضوع وکذب ہونا کافی کچھ مشہور تھا۔ جو بعد والے علماءِ محققین نے فنِ اسماء الرجال کے ذریعہ اس حقیقت کو نمایاں کردیا۔

ان چار کتابوں کی حقیقت

اب ان اصل پہلی چار کتابوں کی حقیقت بھی مؤرخ اسلام شبلی مرحوم سے سُن لو:۔

"ابنِ اسحاق کی کتاب تو موجود نہیں۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں واقدی کی تمام تصانیف جھوٹ کا انبار ہیں۔ کتبِ سِیَر (تاریخ) کی اکثر بیہودہ روایتوں کا سرچشمہ انہی کی تصانیف ہیں۔ ابنِ سعد کی نصف سے زیادہ روایتیں واقدی کے ذریعہ سے ہیں۔ اس لیے ان روایتوں کا وہی رتبہ ہے جو واقدی کا ہے۔ باقی رواۃ میں سے بعض ثقہ ہیں اور بعض غیر ثقہ۔"

(سیرۃ النبی۔ حصہ اول۔ ص۔ ۳۰۔ ۴۵)

تو غور فرمایئے ابن سعد کی طبقات کا اکثر و بیشتر حصہ کذاب وغیر ثقہ راویوں سے، منقول ہے پھر اس کا کیا اعتبار رہ جاتا ہے۔ علاوہ ازیں شبلی نعمانی نے سیرۃ النبیؐ کے ص ۲۳ پر لکھا ہے:۔

"ان (ابن سعد) کی کتاب کا نام طبقات ہے..... یہ کتاب قریباً ناپید ہوچکی تھی۔ یعنی دنیا کے کسی کتب خانہ میں اس کا پورا نسخہ موجود نہ تھا۔ شہنشاہِ جرمن کو اس کی طبع واشاعت کا خیال ہوا۔ چنانچہ ایک لاکھ روپیہ جیبِ خاص سے دیے اور پروفیسر ساخو کو اس کام پر مامور کیا کہ اس کے

لائیں۔ پروفیسر موصوف نے قسطنطنیہ۔ مصر۔ یورپ جاکر جا بجا سے تمام
جلدیں بہم پہونچائیں۔ یورپ کے بارہ پروفیسروں نے الگ الگ جلدوں
کی تصحیح اپنے ذمہ لی۔ چنانچہ نہایت اہتمام وصحت کے ساتھ یہ نسخہ لیڈن
(ہالینڈ) سے شائع ہوا۔"

یہ ہے تاریخ کا بڑے سے بڑا ماخذ طبقات ابنِ سعد۔ جس کا اصل وجود بھی یورپ کے پروفیسروں اور پادریوں دشمنانِ اسلام کا رہینِ منت ہے۔ کسی کو کیا معلوم کہ ان مستشرقین دشمنانِ اسلام نے اور نایابی کے زمانہ میں کس کس نے اس کتاب میں کیا کچھ رد و بدل کر دیا ہے۔ اس کتاب طبقات ابن سعد کے بھروسہ پر ہمارے زمانہ کے جدید لیڈر و مجتہد حضرات قرآن مجید اور احادیثِ مشہورہ متواترۃ المعنی کے خلاف صحابہ کرامؓ کو مطعون کرنے کی جسارت کرتے ہیں۔

طبریؒ کے متعلق مؤرخ شبلی نعمانی سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حصہ اول ص۴۴ پہ لکھتے ہیں:۔

"طبری کے بڑے بڑے شیوخِ روایت۔ سلمہ ابرش، ابنِ سلمہ وغیرہ
ضعیف الروایۃ ہیں۔ بعض محدثین (سلیمانی) نے ان کی نسبت لکھا ہے
کہ یہ شیعوں کے لیے حدیثیں وضع کیا کرتے تھے۔ علامہ ذہبیؒ نے لکھا ہے،
ان میں فی الجملہ تشیّع تھا لیکن مضر نہیں۔ تمام مستند مفصل تاریخیں مثلاً ابنِ
اثیر۔ ابن خلدون۔ ابو الفداء وغیرہ انہی کی کتاب سے ماخوذ ہیں۔ یہ کتاب
بھی ناپید تھی۔ یورپ کی بدولت شائع ہوئی۔"

نیز طبری کے متعلق لسان المیزان، جلد ۵ ص۱۰۰ پر علامہ ابن حجرؒ نے ایک بزرگ کا

قول نقل کیا ہے :-

ابوجعفر طبری ھو امام من ائمۃ الامامیۃ	ابوجعفر طبری شیعوں کا ایک امام ہے۔

اسی صفحہ پر محدث احمد بن علی سلیمانی کا یہ قول منقول ہے :-

کان یضع للروافض	یہ طبری روافض کے لیے حدیثیں گھڑتا تھا

خود طبری کی کتاب "تاریخ الامم والملوک" جلد ۱۳ - ص ۲۴ ، ۲۹ پر موجود ہے:

فی وسط خلافۃ معاویۃ لعنہ اللہ - فی خلافۃ یزید بن معاویۃ لعنھما اللہ - یعنی اس طبری نے حضرت معاویہؓ جیسے جلیل القدر صحابی پر دو دفعہ لعنت کی ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ طبری رافضی تھا۔ ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب الوحی صحابی پر ہرگز لعنت کرنے کی جسارت نہ کرتا۔ اور اس طبری کے یقیناً رافضی ہونے پر یہ بات بھی بخوبی دلالت کرتی ہے کہ اس کے ہم عصر و ہم وطن مسلمانوں نے اس کی وفات کے بعد اس کے رافضی ہونے کے باعث عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کرنے دیا بلکہ اپنے گھر میں دفن کیا گیا۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۱۱ صفحہ ۱۴۶)

طبری کی زیادہ تر روایات ابومخنف لوط بن یحییٰ سے منقول ہیں۔ حتیٰ کہ بیان کیا گیا ہے کہ نوے فی صد روایات اسی ابومخنف کی ہیں۔ اس ابومخنف کے متعلق محدثین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ یہ کذاب رافضی ہے۔ (میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۳۶۰ ۔ لسان المیزان جلد ۴ صفحہ ۴۹۲)۔

اور طبری کے دوسرے راوی محمد بن سائب کلبی اور اس کا بیٹا ہشام بن محمد

بن سائب کلبی جو کہ ابنِ سعد کا بھی راوی ہے ان کے متعلق شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ لکھتے ہیں :-

ابو مخنف وھشام بن محمد	ابو مخنف اور ہشام بن محمد بن سائب
بن سائب و امثالھما من	اور ان کی طرح کے دوسرے راوی
المعروفین بالکذب عند	اہلِ علم کے نزدیک مشہور و معروف
اھل العلم۔	دروغ گو اور کاذب ہیں۔

(منہاج السنۃ جلد ۱ ص ۱۴)

غور فرمائیے۔ یہ ہے طبری جس کی روایاتِ موضوعہ مکذوبہ کو قرآن مجید اور احادیثِ کثیرہ معتبرہ کے مقابلہ میں صحابۂ کرامؓ کو مطعون و مجروح کرنے کے لیے پیش کیا جاتا ہے۔

اب ساری کتبِ تاریخ میں صحابۂ کرامؓ کے خلاف جو روایات ہیں ان کے اصل مأخذ یہی کتب ہیں۔ جن میں اکثر و بیشتر کذاب و وضاع رافضی راویوں کی روایات ہیں۔

بغضِ صحابہؓ کی کرشمہ کاریاں

مگر اس دَور کے جدید محقق لکھتے ہیں :-

"کیا یہ تاریخیں ناقابلِ اعتماد ہیں ....

اگر یہ اُس دَور کی تاریخ کے معاملہ میں قابلِ اعتماد نہیں ہیں تو پھر اعلان کر دیجیے کہ عہدِ رسالت سے آٹھویں صدی تک کی کوئی اسلامی تاریخ دنیا میں موجود نہیں۔ (خلافت و ملوکیت ص ۳۱۶)

ہم پوچھتے ہیں کیا قرآن مجید اور صحیح احادیث کی مخالف اور جھوٹی روایات کو ترک

کرنے سے تاریخ ختم ہو جائے گی۔ اگر واقعی ساری تاریخ کی کتب میں قرآنِ مجید اور احادیثِ صحیحہ کے خلاف مواد ہے تو وہ سب مردود ہے اور وہ کوئی اسلامی تاریخ نہیں۔ تو اس قسم کی روایات جو وضّاع، کذاب، روافض سبائیوں نے عداوتِ صحابہ کرامؓ میں وضع کیں اُن کی تردید سے باقی تمام تاریخی روایات جو قرآنِ مجید اور احادیثِ صحیحہ کے موافق ہیں وہ کیوں بے اعتبار اور ردّی ہو جائیں گی۔ یا جو روایات صحابہ کرامؓ کے مخالفین و معاندین نے باوجود عداوت کے صحابہ کرامؓ کی تعریف و توصیف میں نقل کی ہیں وہ کس وجہ سے ساقط الاعتبار اور مردود ہوں گی؟

اِس ہٹ دھرمی کا کیا علاج

مودودی صاحب لکھتے ہیں :-

"مگر اس ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں ہے کہ کوئی شخص ہر اس بات کو غلط کہے جو اس کی خواہشات کے خلاف ہو۔ اور ہر اس بات کو صحیح کہے جو اس کی خواہشات کے مطابق ہو۔"

خلافت و ملوکیت۔ ص ۳۱۶

غالباً دوسرے لوگوں سے زیادہ "خلافت و ملوکیت" کے فاضل مصنف خود اس لاعلاج مصیبت میں گرفتار ہیں۔ ایک طرف تو آپ اتنی محققانہ احتیاط، اور بلند پروازی و تعلّی دکھاتے ہیں کہ لکھتے ہیں :-

"یہ دعویٰ کرنا صحیح نہیں ہے کہ بخاری میں جتنی احادیث درج ہیں ان کے مضامین کو بھی جوں کا توں بلا تنقید قبول کر لینا چاہیے۔"

ترجمان القرآن۔ اکتوبر نومبر ۱۹۵۲ء ص ۱۱۷

نیز رسائل و مسائل میں لکھتے ہیں :-

"آپ کے نزدیک ہر اُس روایت کو حدیثِ رسول مان لینا ضروری ہے جسے محدثین سند کے اعتبار سے صحیح قرار دیں۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ ضروری نہیں ہے۔ ہم سند کی صحت کو حدیث کے صحیح ہونے کی لازمی دلیل نہیں سمجھتے ...... اس کے ساتھ ہم یہ بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ متن پر غور کیا جائے۔ قرآن و حدیث کے مجموعی علم سے دین کا جو فہم ہمیں حاصل ہوا ہے اس کا لحاظ بھی کیا جائے۔ (رسائل و مسائل حصہ اول صفحہ ۲۹)

نیز آپ لکھتے ہیں :-

"لیکن فنِ حدیث کی ان کمزوریوں کی بنا پر جن کا میں نے ذکر کیا ہے ہم اس امر کا التزام نہیں کر سکتے کہ محض علمِ روایت کی بہم پہونچائی ہوئی روایات پر پورا پورا اعتماد کر کے ہر اس حدیث کو ضرور ہی حدیثِ رسولؐ تسلیم کر لیں جسے اس علم کی رو سے صحیح قرار دیا گیا ہو۔"

رسائل و مسائل حصہ اول ص ۲۹۲

یا تو اتنی احتیاط ہے کہ بخاری شریف و دیگر صحیح السند احادیث تک کو آپ بلا تنقید حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ماننے کے لیے تیار نہیں۔ یا پھر آپ اتنے عامیانہ غیر محتاط انحطاط اور پستی پر اتر آتے ہیں کہ تاریخی رطب و یابس اور سبائی روافض، وضاع و کذاب راویوں کی روایات تک کو ایسے انداز میں بیان فرماتے ہیں کہ گویا بخاری و مسلم سے بڑھ کر قرآن مجید کے بعد اگر بغیر تحقیق و تنقید کے ماننے کے قابل کوئی کتاب آسمان کے نیچے موجود ہے تو وہ صرف آپ کی کتاب خلافت و ملوکیت ہی ہے۔ کیونکہ آپ نے اختتامِ کتاب پر اپنی کتاب کے معتبر

و مؤثق ہونے کا ایسا یقین دلانے کی کوشش فرمائی ہے کہ گویا یہ کتاب قرآن مجید کے بعد بلا تحقیق و تنقید ایمان لانے کے قابل اور ضرور بالضرور مان لینے کے لائق ہے۔ کیونکہ آپ نے کتاب کے آخری صفحہ پر استدراک لکھ کر یہ ظاہر فرمایا ہے

"میں نے اس کتاب میں اِس اَمر کی سخت احتیاط ملحوظ رکھی ہے کہ کوئی بات بلا حوالہ بیان نہ کی جائے۔ مگر افسوس ہے کہ صـ۱۰۹ پر یہ بات حوالہ کے بغیر درج ہو گئی" الخ

حالانکہ اسی کتاب کے صـ۱۰۹ کے حاشیہ پر یہ حوالہ بھی دیگر حوالوں کی طرح درج تو ہو سکتا تھا مگر آپ نے خصوصی طور پر اختتامِ کتاب پر اس خاص استدراک کو اسی غرض کے لیے فرمایا تاکہ قارئین اس کتاب کو کم از کم کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین سمجھیں۔ کیونکہ بخاری و مسلم تو بلا تحقیق و تنقید صحیح نہیں۔ اور ویسے بھی کوئی صحیح السند مودودی صاحب کے فہم کے بغیر صحیح نہیں، مگر یہ کتاب خلافت ملوکیت سخت احتیاط سے بالکل باحوالہ لکھی گئی ہے۔ اور حوالے بھی اکثر و بیشتر واقدی۔ طبری۔ ابو مخنف۔ کلبی وغیرہ کذاب و روافض سبائیوں کے ہیں جن کو نا قابلِ اعتماد سمجھنے کے بعد اسلام میں کیا رہ جاتا ہے۔ اب انصاف سے غور فرمائیے کہ خواہشِ نفس کا اتباع یہ ہے۔ یا وہ علماء خواہشِ نفس کا اتباع کرتے ہیں جو کتاب و سنت کے مقابلہ میں سبائیوں کی روایات کو جو صحابہ کرامؓ کے خلاف ہیں ان کو مردود و مؤول کہتے ہیں۔

خواہشِ نفس کا اتباع نہایت ہی افسوس ہے کہ مودودی صاحب کو جب

CS CamScanner

بعض صحابۂ کرامؓ کو مطعون کرنے کی ضرورت درپیش ہوئی تو طبری کی صفائی و توثیق میں اپنے علم و قلم کا پورا زور صرف فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"بعض فقہی مسائل اور حدیث غدیر خم کے معاملہ میں شیعہ مسلک کے اتفاق کی بنا پر بعض لوگوں نے خواہ مخواہ انھیں شیعہ قرار دے ڈالا۔ اور ایک بزرگ نے تو ان کو امام من ائمۃ الامامیۃ تک قرار دے دیا۔ حالانکہ ائمۂ اہلِ سنت میں کون ہے جس کا کوئی قول بھی کسی فقہی مسئلے یا کسی حدیث کی تصحیح کے معاملے میں شیعوں سے نہ ملتا ہو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ انہی کے ہم عصروں میں ایک شخص محمد بن جریر طبری کے نام سے معروف تھا۔ وہ شیعہ تھا۔ لیکن کوئی شخص جس نے خود تفسیر ابنِ جریر و تاریخ طبری کو پڑھا ہے اس غلط فہمی میں نہیں پڑ سکتا کہ ان کا مصنف شیعہ تھا۔"

خلافت و ملوکیت۔ ص ۳۱۳-۳۱۴۔

یہ ہے خواہشِ نفس کا اتباع ــــــــــــــ کہ طبری کی صفائی میں تو مودودی صاحب کے عقل و انصاف اور علم و فہم نے یہ حقیقت ڈھونڈھ لی کہ فقہی مسائل میں اختلاف ہوتا ہے۔ بعض حضرات کے اقوال شیعوں وغیرہ کے موافق ہونے کے باوجود وہ اہلِ حق میں سے ہوتے ہیں۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرامؓ کے حق میں فقہی مسائل کے اختلاف کا جواز مودودی صاحب کو ہرگز گوارا نہ تھا، کہ حضرت معاویہؓ کو شریعت کی حدیں توڑنے والا اور کتاب و سنت کے صریح احکام کی خلاف ورزی کرنے والا ایسے فقہی مسائل کے متعلق لکھ دیا ہے کہ جن میں بہت سے حضرات صحابۂ کرامؓ اور تابعینؒ و ائمۂ مجتہدین کا فقہی مسلک اسی طرح ہے

جس طرح حضرت معاویہؓ کا عمل تھا۔ مثلاً وراثتِ مسلم و کافر کے مسئلہ میں جس طرح حضرت معاویہؓ کا عمل تھا کہ مسلمان کو کافر کا وارث قرار دیا جاتا تھا اور کافر کو مسلمان کا وارث نہ بنایا جاتا تھا، یہی فتویٰ حضرت معاذؓ بن جبل اور حضرت محمدؒ بن حنفیہ اور حضرت امام محمد باقرؒ بن امام زین العابدینؒ اور حضرت حسن بصریؒ اور حضرت مسروقؒ کا تھا۔ اور کافر کی دیت مسلمان کی دیت سے نصف ہونے کا فتویٰ صرف حضرت معاویہؓ کا نہیں بلکہ حضرت امام مالکؒ اور حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کا بھی یہی فتویٰ اور عمل تھا۔ اس سے بڑھ کر حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ کی ایک روایت اور حضرت امام شافعیؒ اور تابعین کی ایک جماعت کا فتویٰ ہے کہ ذمی کی دیت مسلمان کی دیت سے ایک تہائی ہے۔ مالِ غنیمت سے سونا چاندی لے لینے کی روایت بالکل بے سروپا اور بے بنیاد ہے۔

استلحاقِ زیاد

استلحاقِ زیاد کے متعلق محققین نے صاف لکھا ہے کہ جس طرح اسلام کے آنے سے پہلے مختلف نکاح کے طریقے رائج تھے، انہی میں سے ایک طریقے کے نکاح کے ذریعہ زیاد کا نسب حضرت ابو سفیانؓ سے ثابت ہوا۔ نہ کہ زناکاری پر شہادتیں لے کر نسب ثابت کیا گیا تھا۔ العیاذ باللہ۔ یہ سبائی ہفوات تو ہیں تاریخی حقائق نہیں۔

برسرِ منبر سبّ و شتم

حضرت علیؓ کو برسرِ منبر خطبہ میں مسجدِ نبویؐ کے اندر سبّ و شتم کی بوچھاڑ کرنے کی روایت تو زمین و آسمان کے درمیان کہیں نہیں ملتی۔ ہاں ضرور قرآن و حدیث کے مجموعی علم سے حاصل شدہ فہم کے ذریعہ سے فاضل مصنف نے اس روایت کی صحت کو شاید پالیا ہوگا۔ کیونکہ جس

قرآن مجید میں لَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ کی تعلیم ہے کہ بتوں تک کو سب نہ کرو۔ اور لَا یَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا۔ لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ۔ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ کی تعلیم ہے۔ اور احادیثِ طیّبہ میں سباب المسلم فسوقٌ۔ الغیبۃ اشد من الزنا۔ المؤمن لا یکون لعانًا وغیرہ کے فرامین ہیں۔ ایک صاحب آکر مسلمان ہوتے ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائی تعلیم میں ان کو نصیحت فرمائی لا تسبّ سب نہ کرنا۔ تو وہ صحابی فرماتے ہیں پھر میں نے کبھی کسی چیز کو سب نہ کیا۔ ماسببت حرا ولا عبدا ولا شاۃً ولا بعیرًا۔ نہ کبھی کسی انسان بڑے چھوٹے شریف وغلام کو اور نہ کسی جانور بکری اونٹ تک کو سب کیا۔ قرآن مجید واحادیث کی اس مقدس تعلیم وتربیت کے بعد صحابہ کرام رض کی جماعت مسجدِ نبوی میں روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے منبرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جمعہ کے خطبہ میں معاذ اللہ سب وشتم کی بوچھاڑ کرنے کرانے، سننے اور برداشت کرنے کے بعد جناب مودودی صاحب اور آپ کے معتقدین کے نزدیک بزرگ اور قابلِ احترام رہیں تو رہیں۔ مگر دوسرے مہذب وشائستہ لوگوں کے نزدیک ایسے لوگ ننگِ اسلام اور ننگِ انسانیت ہوں گے العیاذ باللہ۔

بالخصوص غیر مسلموں کو حیرت ہو گی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ صحابہ کی جماعت کا مرکز اسلام میں یہ حال تھا۔ جب وہ بالکل خلافِ کتاب و سنت علانیہ ایسے افعالِ قبیحہ کے مرتکب تھے تو پھر اسلام اور صحابہؓ کی انکے

نزدیک کیا حقیقت ہوگی۔ اور وہ کہیں گے کہ اسی اسلام کی دعوت ہم کو دیتے ہو جس کی تہذیب و شرافت کا یہ حال ہے کہ تمہارے نبی علیہ السلام کے صحابہ و خلفاء مسجدِ نبوی میں منبرِ رسول پر مدینۃ الرسول مرکزِ اسلام میں بھی قرآنی تعلیمات اور نبوی ہدایات کی کھلم کھلا مخالفت کرتے تھے۔ تو تمہاری اسلامی تہذیب پر جب تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا مرکزِ اسلام تک میں عمل نہ تھا، پھر کب اور کہاں اسلامی تہذیب اپنائی گئی؟۔ غالباً مودودی صاحب کو یہ جھوٹی روایت قرآن مجید اور احادیث کا نچوڑ نظر آئی۔ اس لیے اس کو نہایت آراستہ پیراستہ الفاظ کی زیبائش کا شرف بخش کر مسلمانوں کے دلوں میں اس کا نقش بٹھانے کی سعی بلیغ فرمائی ہے۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔

انسانیت و شرافت سر بریٹ کر رہ گئی

ان سب امور سے بڑھ کر جو حیرت انگیز بات آپ نے ان روایات کے لانے میں اختیار فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کے حق میں ایسے ناموزوں اور ناشائستہ الفاظ لکھے ہیں جو موجودہ دَور کے کسی جج۔ مجسٹریٹ اور افسر کے متعلق لکھنا تہذیب و شرافت کی مَوت کے مترادف سمجھا جائے گا۔ مودودی صاحب کبھی اس قسم کی جرأت نہ فرمائیں گے کہ کسی افسر کا نام لے کر لکھیں کہ فلاں رشوت لیتا ہے۔ فلاں کے کام انسانی اخلاق کے خلاف ہیں۔ یا فلاں افسر چال بازی کرتا ہے۔ یا فلاں افسر کا فلاں فلاں کام اخلاقی حیثیت سے مکروہ ہے۔ فلاں افسر اپنے باپ کی زناکاری ظاہر کرتا ہے

اگرچہ اس کا باپ علانیہ فاحشہ طوائف کے پاس جاتا ہو۔ یا فلاں افسر کا باپ انگریزوں کے خلافِ اسلام کافرانہ قانون کی وکالت کر کے حرام مال کماتا تھا جس سے وہ خود اور اس کی اولاد حرام مال کھاتے رہے اور انہوں نے حلال و حرام کی تمیز روا نہ رکھی۔ یا فلاں افسر نے کمرۂ عدالت میں (نہ کہ مسجد الحرام میں اور خانہ کعبہ کے سامنے) علانیہ کذب و افترا، اور جھوٹ و بے ایمانی سے کام لیا۔ یا فلاں افسر کرسئی عدالت پر بیٹھ کر علانیہ اپنے مخالفوں پر سبّ و شتم کی بوچھاڑ کرتا ہے۔ اس قسم کی خرافات کسی افسر کا نام لے کر لکھنا تو بجائے خود کسی عام بازاری آدمی تک کے متعلق بھی لکھنا خود مودودی صاحب خلافِ تہذیب سمجھیں گے۔ اور انسانی شرافت و اخلاق کے خلاف فرمائیں گے۔ مگر وہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم و تربیت یافتہ نجومِ ہدایت صحابۂ کرامؓ کے خلاف بڑی جرأت و بے باکی اور نہایت بے دردی و بے رحمی سے ایسے الفاظ بے دریغ لکھتے چلے گئے۔ وَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی۔ خدا جائے مودودی صاحب کو کون سی مجبوری درپیش تھی جس کے باعث ایسے ناموزوں الفاظ لکھ مارے۔ ورنہ آپ جیسے قابل ادیب مضمون نویس تجربہ کار اہلِ قلم کے لیے شائستہ و عمدہ الفاظ کی کمی تو نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اور ہم سب کو معاف فرمائے۔ آمین۔

دیگراں را نصیحت خود میاں فضیحت

حیرت ہوتی ہے کہ جو شخص دوسروں کے متعلق یہ لکھتا ہے کہ "تم سے یہ کس نے کہا کہ قرآن کو ہاتھ نہ لگاؤ اور اپنے لیے انسانوں کی لکھی ہوئی

کتابوں کو کافی سمجھو۔ اس بازپرس کے جواب میں امید نہیں کہ کسی عالمِ دین کو کنز الدقائق ہدایہ اور عالمگیری کے مصنفین کے دامنوں میں پناہ مل سکے گی۔ (حقوق الزوجین ص ۹۶) اس شخص نے صحابہ کرامؓ کے خلاف واقدی و طبری وغیرہ انسانوں کی لکھی ہوئی کتابوں کو کیوں کافی سمجھا اور کیسے یہ امید کی کہ قیامت میں طبری اور واقدی وغیرہ کے دامن میں پناہ مل سکے گی۔ علاوہ ازیں جو لوگ مودودی صاحب کی کتابوں اور بالخصوص خلافت و ملوکیت کو کافی سمجھ رہے ہیں ان کو قیامت میں مودودی صاحب کے دامن میں کیسے پناہ مل سکے گی؟

ایک گمراہ کن مُغالطہ اور اس کا جواب

مودودی صاحب کے عقیدت مند حضرات بڑے زور شور سے یہ بات پیش کرتے ہیں کہ اگر یہ تاریخی حوالے ناقابلِ اعتبار اور جھوٹ کے انبار ہیں تو یہ صرف مودودی صاحب ہی نے تو نقل نہیں کیے بلکہ اس سے پہلے بڑے بڑے علماءِ اہلِ سنت اپنی کتابوں میں نقل کرتے آئے ہیں۔ پھر مودودی صاحب کو اس نقلِ حوالجات پر مسلمان کیوں بُری نگاہ سے دیکھتے اور نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کو مخالف و دشمنِ صحابہ تک کہا جاتا ہے۔

یہ مغالطہ بڑا گمراہ کن ہے۔ لوگ خوفِ خدا اور مؤاخذۂ حشر سے یکسر بے فکر ہو کر سادہ لوح لوگوں کو اس سے گمراہ کرتے ہیں۔ اس کا جواب ملاحظہ ہو:-

حوالہ لانا اور حوالہ بنانا (۱) ایک ہوتا ہے حوالہ لانا اور حوالہ نقل کرنا۔ اور

ایک ہوتا ہے حوالہ بنانا اور حوالہ میں تحریف کرنا۔ حوالہ لانے اور حوالہ بنانے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اہلِ حق نے کتاب و سنت کے نصوص کی تعبیر و تفسیر اور معنی و مقصد وہی صحیح سمجھا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و عمل سے بیان فرمایا ہے۔ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سمجھا سمجھایا اور عملی صورت میں اختیار کیا۔ جیسے کہ قرآن مجید اور احادیثِ طیبہ کے الفاظ بھی صحابہ کرام اور ان کے تلامذہ تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین و سلفِ صالحین کے ذریعہ نقل ہوتے آئے ہیں۔ اسی طرح ان کے معانی اور تعبیر و تفسیر بھی انہی حضرات کے ذریعہ امت میں محفوظ و منقول چلے آرہے ہیں۔ اب اگر کوئی شخص الفاظِ نصوص تو صحابہؓ و ائمہ دین کے نقل کردہ مانے اور ان پر اعتماد و اعتبار کرے۔ مگر ان کے معانی و مقاصد اور ان کی تعبیر و تفسیر ان بزرگان کی بیان کردہ کو بے اعتبار و بے کار جانے تو ایسا شخص ان الفاظ کے ذریعہ ایک جدید حوالہ بنانے والا اور حوالہ کی تحریف کرنے والا ہے۔ حوالہ نقل کرنے اور حوالہ لانے والا ہرگز نہیں ہے۔

حوالہ نقل کرنا اور حوالہ لانا تو وہ ہے جو کہ نصوص کے الفاظ اور ان کے منقولہ و ماثورہ معانی اور جملہ نصوصِ متعلقہ کی چھان بین اور تحقیق و تفتیش کے بعد بطور نتیجہ و خلاصہ لایا جاوے۔ اور حوالہ بنانا یہ ہوتا ہے کہ بعض نصوص کے الفاظ کو لے کر ان کا از خود معنی تیار کر لیا جاوے۔ اور دیگر نصوصِ متعلقہ سے روگردانی کر لی جائے۔ جملہ نصوصِ متعلقہ میں جس قدر بُعد و مخالفت ہو جائے اس کی پروا نہ کی جائے اور نصوص کی منقولہ و متفقہ تعبیر و تشریح کو درخورِ اعتنا

نہ سمجھا جائے۔

مثلاً تمام اہلِ اسلام کا متفقہ و مسلّمہ عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام ہر صغیرہ کبیرہ گناہ سے معصوم ہوتے ہیں جس پر آیات و احادیثِ کثیرہ اور بداہت عقل پوری طرح دلالت کرتے ہیں۔ اب اگر کوئی ملحد کہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو معصوم کہنا سمجھنا خلافِ قرآن و حدیث ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کے گناہ گار، عاصی، ظالم۔ ضالّ ہونے کا ثبوت موجود ہے۔ العیاذ باللہ۔ اور قرآن مجید سے یہ حوالے بیان کرے۔

۱۔ عَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى — آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی نافرمانی کی پس بہک گئے۔

اور پھر بارگاہِ الٰہی میں توبہ کرتے ہوئے عرض گزار ہوئے:۔

۲۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ — اے ہمارے رب ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا اگر تُو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ فرمائے گا تو ہم ضرور خاسر ہوں گے۔

۳۔ حضرت یونس علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا:۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ — تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہر عیب و نقص سے پاک ہے بے شک میں ظالموں میں سے تھا۔

۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا:۔

اِسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ — اپنے اور مومنوں کے گناہوں کی

لِلْمُؤْمِنِيْنَ — معافی طلب کر۔

۵۔ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ — تاکہ اللہ تعالیٰ تیرے اگلے پچھلے گناہ بخشدے۔

۶۔ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى — اور اللہ تعالیٰ نے تجھے ضال پایا پھر ہدایت کی۔

۷۔ موسیٰ علیہ السلام بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتے ہیں :۔

رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ — اے میرے رب میں نے اپنے اوپر ظلم کیا پس تُو مجھے بخشدے۔

۸۔ اور احادیث میں ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

انی لاستغفر اللہ فی الیوم سبعین مرۃ فما فوقھا — میں اللہ تعالیٰ سے ہر روز ستر مرتبہ اور اس سے زیادہ استغفار کرتا اور طلبِ بخشش کرتا ہوں۔

۹۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ثلاث کذبات یعنی تین دفعہ کذب استعمال کرنے کے باعث مقامِ شفاعت سے رُکیں گے۔

۱۰۔ یا اگر کوئی ملحد یہ روایت نقل کرے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا :۔

تلك الغرانیق العلی ان شفاعتھن لترتجی۔ — ان بڑی گردن والے بتوں کی شفاعت کی ضرور امید کی جاتی ہے۔

۱۱۔ یا کوئی ملحد کہے کہ تاریخ و سیر کی روایات میں حضرات انبیاء علیہم السلام کے متعلق آیا ہے کہ وہ حضرات دوسرے لوگوں کی عورتوں پر عاشق ہو گئے تھے العیاذ

باللہ۔ تو کیا ان حوالہ جات کے نقل کر دینے کے بعد مسلمان مان لیں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام معصوم نہ تھے۔ یا کذب اور گناہ اور دوسرے کی عورتوں پر عشق میں مبتلا ہوتے تھے العیاذ باللہ۔ یا کوئی دین دار مسلمان قرآن مجید اور احادیث و روایات کے ان حوالجات بنانے بتانے والے کی حمایت کرنا دین داری کا تقاضا سمجھ کر لوگوں کو کہے گا کہ بھائی اس نے تو قرآن مجید اور احادیث درروایات کے حوالے بیان کیے ہیں۔ اس کا کیا قصور ہے۔ تم سب لوگ قرآن مجید اور ان احادیث کو پڑھتے پڑھاتے ہو۔ وہ کیوں مجرم ہے؟

اہلِ باطل کا حربہ

بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ ہر باطل فرقہ کا یہی تو حربہ ہے۔ اور تمام ملحدین و مبتدعین ہمیشہ اہلِ حق کے مقابلہ میں اہلِ اسلام کی کتابوں سے جھوٹے سچے حوالے نکال کر اپنے بدعات و کفریات کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو محض کسی کے لفظی حوالہ پر اعتماد کرنا یا اس کو معذور سمجھنا اور اس کی تائید کرنا دین و ایمان کو انتہائی سخت خطرہ میں ڈالنا ہے۔

اسی ضرورت کے لیے تو علماءِ حق اور سلفِ صالحین نے اصولِ فقہ، اصولِ حدیث اور فنِ اسماء الرجال پر سینکڑوں کتابیں لکھی ہیں۔ اور بالخصوص فن اسماء الرجال تو مسلمانوں نے محض اسی ضرورت کے پیشِ نظر ایجاد کیا۔ تاکہ دین میں ملحدین و ہوا پرست بے دین مبتدعین کی کوئی بات راہ نہ پا سکے۔ حتیٰ کہ شبلی نعمانی مرحوم سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حصہ اول صـ۳۵ کے حاشیہ پر نقل کرتے ہیں:۔

"ڈاکٹر اسپرنگر جرمن .... نے لکھا ہے کہ نہ کوئی قوم دنیا میں

ایسی گزری ہے اور نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال سا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو۔ جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصوں کا حال معلوم ہوسکتا ہے۔"

تو اہلِ حق کے نزدیک ہر دینی معاملہ و ہر مسئلہ میں ضروری ہے کہ اس کی متعلقہ نصوص و روایات کو سامنے رکھ کر اور ان کی جانچ پڑتال و تحقیق کر کے جو خلاصہ اور نچوڑ سلفِ صالحین بیان کر گئے ہیں وہ حق و حقیقت ہے۔ اس کے خلاف جو حوالہ ہو گا وہ نقلِ حوالہ نہیں بلکہ تحریفِ حوالہ ہے۔ یعنی حوالہ لانا نہیں بلکہ حوالہ بنانا ہے مثلاً جو روایات فنِ اسماء الرجال کے لحاظ سے مردود و موضوع ہوں اور روافض سبائیوں کی تیار کردہ ہوں یا کسی دوسرے ملحد و بے دین کی شامل کردہ ہوں اور علماءِ حق نے تحقیق و تفتیش کر کے ان کو مردود قرار دیا ہو۔ یا کھلّم کھلّا قرآنِ مجید کے خلاف ہوں۔ ایسی روایات کو نقل کر کے کسی مسئلہ کا ثبوت بہم پہنچانا یہ تحریف نہیں تو اور کیا ہے۔ اب اگر عصمتِ انبیاء علیہم السلام کے دلائل کو سامنے نہ رکھا جائے تو ملحد و بے دین کی پیش کردہ آیات اپنے سطحی معنی کے اعتبار سے عصمتِ انبیاء علیہم السلام کے مسلّمہ عقیدہ کو غلط قرار دیتی ہیں۔ مگر جب علماءِ حق سلفِ صالحین نے تمام نصوص کو پیشِ نظر رکھ کر ان آیات کی یہ توجیہ و تشریح کر دی ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے جب کبھی کوئی ترکِ افضل و اولیٰ ہو گیا تو ان حضراتِ معصومین نے اپنے مقام رفیع اور خصوصی تعلق باللہ کی وجہ سے اس کو اپنے لیے گناہ یا ظلم کے مثل قرار دے کر انابت و رجوع الی اللہ اور استغفار و توبہ اور اپنی عبدیت و احتیاج کا اقرار و اظہار کیا۔ ورنہ کسی حکم

الٰہی کے متعلق قصداً و ارادۃً نافرمانی کا شائبہ تک ان حضرات کی ذاتِ قدسی صفات میں ایک لمحہ کے لیے نہیں آتا۔ صورۃً کوئی کام ہوا تو وہ بھی عشق و محبتِ الٰہی کے جذبہ ہیں۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی اور سر کے بالوں کو پکڑنا۔ یا حضرت آدم علیہ السلام کا اکلِ شجرہ محض عشق و محبتِ الٰہی کے جذبہ اور ارادۂ حصول دوام قربِ الٰہی کے لیے تھا۔

یا ان حضرات انبیاء علیہم السلام کی توبہ و استغفار کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ ان حضرات کے درجاتِ معرفت و تقربِ الٰہی میں تدریجاً ترقی ہوتی رہتی تھی۔ جب نچلے درجہ سے بالائی مرتبہ پر فائز ہوتے تو نیچے والے درجہ پر رہنے کے اوقات کو اپنی کمی و کمزوری سمجھتے اور اس سے توبہ و استغفار اور بارگاہِ الٰہی میں تضرع وزاری کر کے اپنے عجز و عبودیت کا اظہار کرتے تھے۔ اب جو شخص ان آیات کی مذکورہ تفسیر و تعبیر کے مطابق ان آیات کو حضرات انبیاء علیہم السلام کے حق میں نقل کرے گا اور عصمتِ انبیاء علیہم السلام کے متفقہ و مسلّمہ عقیدہ کے موافق بیان کرے گا، وہ حوالہ لانے والا ہے اور حوالہ نقل کرنے والا ہے۔ مگر جو شخص ان آیات کی مذکورہ تفسیر کے خلاف حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو غیر معصوم عاصی و ظالم ثابت کرنے کے لیے پیش کرے گا وہ حوالہ لانے والا نہیں۔ بلکہ حوالہ بنانے والا اور حوالہ کی تحریف کرنے والا ہے۔ ملحد و بے دین ہے۔

اسی طرح جب اہلِ حق نے تحقیق کر کے ثابت کر دیا ہے کہ تلك الغرانيق

العلیٰ بتوں کی شفاعت والی روایت اور حضرات انبیاء علیہم السلام کے دوسروں کی عورتوں پر عاشق ہونے والی روایت موضوع و مردود اور دشمنان اسلام یہود وغیرہ کی تیار کردہ اور افتراء و بہتان ہیں۔ تو اب اگر کوئی شخص ان روایات مردودہ کو نقل کر کے ان کی تصحیح و توثیق کرے اور کہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام میں نعوذ باللہ یہ عیوب و نقائص ثابت تھے۔ جس کے حوالے میں نے نقل کیے ہیں۔ تو ایسے شخص کو تمام مسلمان ملحد و بے دین سمجھیں گے۔ نہ کہ حوالہ جات کے نقل کرنے سے اس کو معذور و بے قصور جانیں گے۔ اسی طرح صحابہ کرامؓ کی عدالت و طہارت پر کتاب و سنت کے صریح و صاف فیصلے کو چھوڑ کر مردودہ و موضوعہ روایات کو نقل کرنے اور ان کی تصحیح و توثیق کرنے والے کیسے معذور سمجھے جائینگے۔ آپ کو سلفِ صالحین میں سے کسی کی کتاب میں یہ حوالے اس طور پر نقل کردہ ہرگز نظر نہ آویں گے کہ کسی نے ان روایات کو نقل کر کے ثابت کیا ہو کہ صحابہ کرامؓ نے خلافتِ اسلامی کو مٹایا اور غیر دینی ملوکیت کو اپنایا۔ یا حضرت معاویہؓ کی حکومت میں شریعت کی حدیں توڑ دی گئیں۔ دین پر سیاست کو بالا رکھا گیا۔ والد ماجد کی زناکاری پر شہادتیں لی گئیں۔ کتاب و سنت کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی گئی وغیرہ وغیرہ۔

اسلاف میں سے کسی نے نہ خلافتِ راشدہ کے بعد غیر اسلامی غیر دینی ملوکیت کا نظریہ بنایا تھا، نہ اس کے ثبوت کے لیے سبائی روایات پیش کر کے صحابہ کرامؓ کی حکومت اور بعد والے مسلمانوں کی حکومت کو غیر دینی اور شریعت کی حدیں توڑنے والی قرار دیا تھا۔ اور نہ ان مردود سبائی روایات کو اسکے لیے

حوالہ بنانے گھڑنے کی ضرورت محسوس ہوتی تھی۔ سب اسلاف رحمہم اللہ ایسے حوالوں کو یا تو صحابۂ کرامؓ کی مسلّمہ طہارت و عدالت کے مطابق کسی صحیح محمل و معنی اور اچھی تاویل و توجیہ سے نقل کرتے ہیں یا موضوع و مردود قرار دیتے ہیں۔ ان سب حضرات کے برخلاف مودودی صاحب نے صحابۂ کرامؓ کے خلاف یہ حوالے بنائے ہیں۔ مودودی صاحب کو اسلاف کی طرح ناقل قرار دے کر معذور سمجھنا صحابۂ کرامؓ پر ظلم کرنے کے مترادف ہے۔ کیونکہ مودودی صاحب نے صحابۂ کرامؓ کے متعلق مطاعن، مثالب، معائب کے مردودہ و موضوعہ بہتانات و ہفوات کی تصحیح و توثیق کر کے ان کو شائع کیا ہے۔ جس کے باعث مودودی صاحب پر اعتماد و اعتقاد رکھنے والے سیکڑوں کم علم لوگ صحابۂ کرامؓ سے بے اعتماد و بدعقیدت اور اپنے اسلاف مسلمانوں کی حکومتوں سے بدظن ہو گئے ہیں۔ اور احساس کہتری کے ساتھ ساتھ یاس و ناامیدی کا شکار ہو رہے ہیں۔ کہ جب اسلامی حکومت و خلافت، تربیت یافتگانِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے آج تک مٹ گئی تو آیندہ کیسے ہو سکے گی۔

مدعی سست گواہ چست

علاوہ ازیں مودودی صاحب کے معتقدین خواہ مخواہ کی سخن سازیوں سے بات بنانے کی کوشش کر رہے ہیں جس سے بات بننے کی بجائے زیادہ بگڑ جاتی ہے۔ جب کہ مودودی صاحب خود اقرار فرماتے ہیں کہ میں نے دوسروں کی طرح نہیں لکھا بلکہ میں نے اپنی آزادانہ رائے قائم کرنے کا راستہ اختیار کیا ہے۔ تو پھر آپ کے مریدین و معتقدین حضرات خواہ مخواہ پچھلے بزرگوں کی طرح آپ کی کتاب کو

کیسے کہہ سکتے ہیں۔ نیز مودودی صاحب نے لکھا۔

"اس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ ساری دماغ سوزی میں کس لیے کر رہا ہوں۔ برسوں سے اس کی ضرورت محسوس کر رہا تھا۔ مگر انتظار کرتا رہا کہ کوئی دوسرا یہ ناخوشگوار مگر ضروری کام کر دے اور میں اس سے بچ جاؤں۔ آخر کار جب دیکھا کہ کوئی اس ضرورت کو تو پورا نہیں کر رہا ہے اور اس کے بجائے افراط و تفریط سے بھرپور ایسی تحریریں نکلتی چلی آرہی ہیں جو خلافت کے اصل تصور ہی کو غتربود کیے دیتی ہیں۔ تو مجبوراً میں نے یہ محسوس کیا کہ اس خدمت کو انجام دینا میرے ذمہ مسلمانوں کا ایک قرض ہے جسے مجھی کو ادا کرنا ہوگا۔"

(ترجمان القرآن بابت ستمبر ۱۹۶۵ء بحث رسائل و مسائل)۔

مودودی صاحب نے خود اقرار فرمایا ہے کہ مسلمانوں کا یہ قرض صرف مجھی کو ادا کرنا تھا۔ دوسروں کی تحریرات تو اس طرح کی نہ تھیں۔ بلکہ وہ تو افراط و تفریط سے بھرپور تھیں۔ یہ صحابہ کرامؓ کو حدودِ شریعت توڑنے والی ملوکیت قائم کرنے کا مجرم ٹھیرانے والی تحریر کی "سعادت" صرف آپ کو نصیب ہوئی ہے۔

نیز ترجمان کے اسی صفحہ پر یہ بھی لکھا ہے:۔

"کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان طلبہ ان سوالات کے وہ جواب دیں جو مغربی مصنفین نے دیے ہیں۔ یا ان کے جواب میں ملا علی قاری اور امام شافعی کے اقوال نقل کر دیں۔ آخر کیوں نہ ہم جرآت کے ساتھ اپنی

تاریخ کے ان واقعات کا سامنا کریں۔ اور کیوں نہ بے لاگ طریقہ سے انکا جائزہ لے کر ٹھیک ٹھیک یہ متعین کر دیں کہ خلافت اصل میں کیا چیز ہے۔"

آپ حیران ہوں گے کہ ترجمان ستمبر ۱۹۶۵ء میں تو یہ دونوں عبارتیں مودودی صاحب نے لکھی تھیں۔ مگر جب اپنی تصنیف کو کتابی شکل میں بنام خلافت ملوکیت شائع کیا تو یہ عبارتیں نکال دیں۔ کیونکہ ان دونوں عبارتوں میں آپ نے ظاہر فرمایا تھا کہ اور کوئی یہ ضروری کام نہ کر سکا۔ بلکہ یہ ایک قرض تھا جو صرف جناب مودودی صاحب ہی نے ادا کیا ہے۔ دوسرے کسی نے یہ قرض ادا ہی نہیں کیا۔ نیز امام شافعیؒ اور ملا علی قاریؒ اور امام ابن تیمیہؒ اور ابن العربیؒ و شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی وغیرہ سب حضرات کے خلاف مودودی صاحب نے جداگانہ اور آزادانہ راستہ اختیار کیا ہے۔ اب آپ کے معتقدین کا یہ عذر کیسے معقول ہے کہ دوسرے علماء بھی اسی طرح لکھ گئے ہیں۔

بالکل بہتان اور سراسر افتراء

(۳) پھر مودودی صاحب کے بیان کردہ بعض امور اور واقعات بالکل کسی کتاب میں موجود نہیں نہ کسی نے صحابۂ کرامؓ کے متعلق ویسے الفاظ لکھے ہیں۔

۱۔ مثلاً خلافت و ملوکیت ص۹۹ پر لکھا ہے:۔

"اور انھیں یہ بھی معلوم تھا کہ ۲۵ - ۳۰ سال کی تبلیغِ اسلام نے ابھی ان جراثیم کا پوری طرح قلع قمع نہیں کیا۔"

یہ کس کتاب میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ و تعلیمِ اسلام سے صحابۂ کرامؓ میں قبائلی عصبیت کے جراثیم کا پوری طرح قلع قمع نہیں

CamScanner

ہوا۔

۲۔ نیز صفحہ ۹۹ پر لکھا ہے :۔

"مگر بدقسمتی سے خلیفہ ثالث معیارِ مطلوب کو قائم نہ رکھ سکے۔"

یہ کس کتاب کے الفاظ ہیں ؟۔

۳۔ صفحہ ۱۰۰ پر لکھا ہے :۔

"بلکہ قبائلیت کی دبی ہوئی چنگاریاں پھر سلگ اٹھیں جن کا شعلہ خلافتِ راشدہ کے نظام ہی کو پھونک کر رہا۔"

آخر سوچنے کی بات ہے حضرت سیدنا عثمانؓ کے خلاف سبائی مصری، کوفی، بصری تو فتنہ برپا کرتے ہیں۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے قبائل بنوہاشم، بنوامیہ۔ بنومطلب۔ بنوعبدمناف نے تو فتنہ نہ اٹھایا تھا۔ تو یہ قبائلی عصبیت کی چنگاریاں کہاں سے نکل آئی ہیں۔

۴۔ صفحہ ۱۰۴ پر لکھا ہے :۔

"دوسرے یہ کہ اسلامی تحریک کی سربراہی کے لیے یہ لوگ موزوں بھی نہ ہوسکتے تھے کیونکہ وہ ایمان تو ضرور لے آئے تھے مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و تربیت سے ان کو اتنا فائدہ اٹھانے کا موقعہ نہیں ملا تھا کہ ان کے ذہن و سیرت کی پوری قلبِ ماہیت ہوجاتی۔"

نیز صفحہ ۳۲۵ پر ہے :۔

"اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و تربیت سے فائدہ اٹھانے کا کم موقعہ ملا تھا۔ ۔ ۔ ۔ یہ بات عملاً ثابت ہوگئی کہ یہ لوگ

CamScanner

چاہے غیر دینی سیاست کے ماہر اور انتظامی فوجی لحاظ سے بہترین قابلیتوں کے مالک ہوں لیکن امتِ مسلمہ کی اخلاقی قیادت اور دینی سربراہی کے لیے موزوں نہ تھے۔ یہ حقیقت تاریخ میں اتنی نمایاں ہے کہ کوئی وکالتِ صفائی اس پر پردہ ڈالنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔"

غور فرمائیے یہ کسی کتاب کا حوالہ ہے یا خود ساختہ اجتہاد و اختراع ہے۔

۵۔ صؔ ۱۱۶ پر ہے:۔

"حضرت عثمانؓ کی پالیسی کا یہ پہلو بلاشبہ غلط تھا۔ غلط کام بہر حال غلط ہے خواہ وہ کسی نے کیا ہو۔"

غور فرمائیے کہ سلفِ صالحین نے کسی کتاب میں ایسے الفاظ لکھے ہیں۔ جب سیدنا عثمانؓ خود غلط پالیسی رکھتے تھے اور ان کے عامل غیر دینی سیاست میں مہارت دکھا رہے تھے تو ان کی خلافت کیسے خلافتِ راشدہ رہی۔ وہ ملوکیت کیوں نہ تھی۔ جب کہ غیر دینی سیاست آگئی تھی۔ اور اخلاقی و دینی قیادت سے عاری و خالی لوگ عامل و حاکم تھے۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ تمام اہلِ حق کے نزدیک یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ جس شخص صحابی کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و مجالست میں ایک لمحہ نصیب ہوگیا وہ بعد والے علماء و صلحاء اولیاء و اتقیاء۔ زاہدوں عابدوں سے افضل اور ایمان و دین میں اکمل ہے۔ لیکن جناب مودودی صاحب کے نزدیک وہ امتِ مسلمہ کی سربراہی اور دینی قیادت کے لیے موزوں نہ تھے۔ شاید اب کچھ لوگ ایسے کامل الایمان صالحین تیار ہو گئے ہیں جو امتِ مسلمہ کی سربراہی کے

لائق ہو کر دینی مردہ سیاست کو زندہ و پائندہ کریں گے۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔

۶۔ ص ۱۴۶ پر لکھا ہے :-

"حضرت علیؓ کا........ یہی ایک کام ایسا نظر آتا ہے جس کو غلط کہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔"

۷۔ نیز ص ۳۴۳ پر ہے :-

"جن حضرات نے بھی قاتلینِ عثمانؓ سے بدلہ لینے کے لیے خلیفۂ وقت کے خلاف تلوار اٹھائی ان کا یہ فعل شرعی حیثیت سے بھی درست نہ تھا۔ اسے محض غلطی سمجھتا ہوں۔ اس کو اجتہادی غلطی ماننے میں مجھے سخت تأمل ہے۔"

غور فرمائیے۔ حضرت علیؓ بھی غلط کار۔ حضرت عثمانؓ بھی غلط کار۔ اور حضرت طلحہؓ و حضرت زبیرؓ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت معاویہؓ و حضرت عمروؓ بن عاص اور ان کے ساتھ سیکڑوں صحابہ کرامؓ کا عمل شریعت میں درست نہ تھا اور اجتہادی غلطی بھی نہ تھی۔ یہ کس کتاب میں ہے اور دوسرے کن علماء کرام نے ایسا لکھا ہے۔

۸۔ ص ۱۷۴ پر ہے :-

"ایک اور نہایت مکروہ بدعت الخ........ حضرت علیؓ پر سب و شتم کی بوچھاڑ...... حتی کہ مسجدِ نبویؐ میں منبرِ رسولؐ پر روضۂ نبویؐ کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ترین عزیز کو گالیاں دی جاتی تھیں..... کسی کے مرنے کے بعد گالیاں دینا شریعت تو درکنار انسانی

اخلاق کے بھی خلاف تھا۔ اور خاص طور پر جمعہ کے خطبہ کو اس گندگی سے آلودہ کرنا تو دین و اخلاق کے لحاظ سے سخت گھناؤنا فعل تھا۔"

یہ الفاظ کی بناوٹ، سجاوٹ اور غیر واقعی چیز محض بہتان وافترا۔ کو جس انداز میں پیش کیا گیا ہے دنیا کی کسی کتاب بلکہ کسی بدترین دشمنِ اسلام اور دشمنِ صحابہ کرامؓ کسی سبائی رافضی کی بھی کسی کتاب میں نہیں۔ حضرت معاویہؓ جیسا حلیم و بردبار انسان جس کی بردباری و حوصلہ کی یہ انتہا تھی کہ جب تین خارجیوں نے سازش کی تھی کہ ایک حضرت علیؓ کو اور دوسرا حضرت معاویہؓ کو اور تیسرا حضرت عمروؓ بن عاص کو ایک ہی رات میں قتل کریں۔ اور پھر ہر ایک نے حملہ کیا۔ تو حضرت معاویہؓ پر جس نے حملہ کیا وہ قتل تو نہ کر سکا۔ لیکن حضرت معاویہؓ کو پیچھے سے زخمی کرنے کے بعد پکڑا گیا۔ حضرت معاویہؓ بچ گئے اور حملہ آور کو معافی دے دی۔ (نبراس ص۵۰۶)

مستشرقین حضرت معاویہؓ کی مدح سرائی کرتے ہیں

مستشرقین جو اسلام اور اہلِ اسلام کے مخالف و دشمن ہیں وہ بھی حضرت معاویہؓ کے حق میں لکھتے ہیں :-

"آپ نے طاقت سے نہیں۔ نرمی، بردباری، خداداد ذہانت سے فرماں روائی کی۔" (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا۔ جلد ۴ ص۶۰۱)

"آپ کا حلم ضرب المثل تھا۔ مغرور ترین دشمن کو مسکراہٹ سے غیر مسلح کر دیتے تھے۔" (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد ۳ حصہ ۲ ص۶۱۷)

پروفیسر ہٹی لکھتا ہے :-

"معاویہؓ میں سیاسی حس اپنے سے قبل تمام خلفاء سے قریباً زیادہ تھی۔

عرب مؤرخین کے نزدیک ان کی سب سے بڑی خوبی حلم و بردباری تھی وہ
اپنی نرمی اور ملائمت سے دشمن کو غیر مسلح کر دیتے تھے۔"

ہسٹری آف دی عربز ص ۱۹۷

بروکلمن کہتا ہے :-

" امیر معاویہؓ نے اسلامی مملکت اور نظام حکومت کو ایک بار پھر فاروقی بنیادوں پر استوار کیا۔ جو خانہ جنگیوں سے درہم برہم ہو چکا تھا۔"

(ہسٹری آف دی پیپلز ص ۷۳)

تو سیدنا معاویہؓ جیسے حلیم و بردبار انسان کے متعلق یہ لکھنا کہ وہ حضرت علیؓ پر سبّ وشتم کی بوچھاڑ کراتے تھے کوئی عقل مند منصف مزاج دین دار مسلمان تو نہیں مان سکتا۔ جب کہ سیدنا حسنؓ نے مصالحت کر کے نہایت محبت سے خلافت بھی ان کے سپرد کر دی تھی۔ اب ان کو کیا ضرورت درپیش تھی کہ وہ سبّ وشتم کراتے۔ ہاں حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی جنگ و مخالفت کے زمانہ میں، ایک دوسرے پر سبّ کرنے کرانے کے الفاظ بعض روایات میں ملتے ہیں۔ تو ان کے معنی محدثین حضرات نے یہی بیان کیے ہیں تخطیۃ رأی علی واصابۃ رأینا یعنی حضرت علیؓ کے طرف دار حضرت معاویہؓ اور ان کے طرف داروں کی رائے کو غلط اور خطا کہتے تھے اور حضرت علیؓ کی رائے کو صحیح و حق کہتے تھے اور حضرت معاویہؓ اور ان کے طرف دار حضرت علیؓ اور ان کے ساتھیوں کی رائے کو غلط اور خطا کہتے تھے اور حضرت معاویہؓ کی رائے کو ٹھیک و صحیح سمجھتے کہتے تھے۔
حضرت شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی نے اپنے فتاویٰ میں محدثین سے یہی معنی

نقل کیے ہیں۔

اب غور کیجیے کہ کس طرح جعل سازی اور چال بازی سے کام لے کر صحابہ کرامؓ کو مطعون و مجروح کیا گیا ہے۔ ورنہ کس کتاب میں ایسے الفاظ ہیں۔ جو خلافت و ملوکیت میں بنا سجا کر لکھے گئے ہیں۔ یہ مشتے نمونہ از خروارے ہے ورنہ خلافت و ملوکیت میں بہت سے ایسے الفاظ ہیں جو کسی اور کتاب میں نہیں۔

سوچنے کی بات ہے جو شخص ہدایہ۔ کنز الدقائق و عالمگیری جیسی دینی قرآن و حدیث کی ترجمان کتابوں کے متعلق تو لکھ دیتا ہے کہ ان کو ہاتھ لگانا قرآن کو ہاتھ نہ لگانا ہے جس کے باعث قیامت میں انکے مصنفین کے دامنوں میں پناہ نہ مل سکیگی اب معلوم نہیں اس کو صحابہ کرامؓ کے خلاف طبری واقدی۔ ابن سعد۔ ابو الفدا۔ ابن ابی الحدید۔ المسعودی وغیرہ کی مخالفِ کتاب وسنت سبائی روایات کی تصحیح و توثیق کرنے کے بعد ان کے مصنفین کے دامنوں میں کیسے پناہ مل سکے گی۔ والی اللہ المشتکیٰ۔

(۴) مؤرخین نے تاریخی رطب و یابس محض روایت کے طور پر نقل کی ہیں جن کی تردید و تائید اور تغلیط و تصحیح کچھ بھی نہیں کی۔ بلکہ یہ اسماء الرجال کی جانچ پڑتال اور تحقیق و تفتیش پر چھوڑ دی جس پر بعد والے محققین علماء نے تحقیق و تنقید کر کے ہر روایت کا محمل و مقصد یا اس کا موضوع و مردود ہونا بیان کر دیا۔ مؤرخین حضرات نے ان کی تصحیح و تصدیق نہیں کی۔ یہ صرف مودودی صاحب ہیں جنہوں نے ان مردود روایات کو ایسے رنگ میں پیش کیا ہے کہ جس سے ان کی تصدیق و توثیق ظاہر کی۔ اور کم علم مسلمانوں کو صحابہ کرامؓ اور اسلاف سے

بدظن و بے عقیدت کیا۔

(۵) پچھلی تاریخی کتابوں میں جہاں صحابہ کرامؓ کے خلاف کوئی روایت ہے۔ وہاں اس کے ساتھ اس کی صحیح تاویل و توجیہ اور نیک محمل و مقصد بیان کرنے والی دوسری روایت منقول ہے۔ یا اس کی تردید کرنے والی روایت موجود ہے جس سے قاری و سامع بُرا اثر نہیں لیتا۔ مگر مودودی صاحب نے تاویل یا تردید کرنے والی روایات کو نظر انداز کر کے اسلاف و دیگر مؤرخین کی خلاف ورزی کی ہے۔ اسلاف کی کتابوں سے کوئی بُرا اثر نہیں لیتا تھا مگر آپ کی کتاب سے بدترین نتائج و اثرات نمایاں ہو رہے ہیں۔

۶۔ متفرق و پراگندہ روایات کو ایک خاص ترتیب دے کر اور یکجا جمع کر کے صحابہ کرامؓ کو جس طرح مطعون و مجروح کرنے کی کوشش اور ان کو دینی خلافت مٹانے والا اور غیر دینی ملوکیت قائم کرنے والا اور شریعت کی حدیں توڑنے والا اور کتاب و سنت کے صریح احکام کی خلاف ورزی کرنے والا وغیرہ دکھانا خلافت و ملوکیت میں ہے وہ اور کسی کتاب میں نہیں ہے۔ اور یہ سب کچھ مدتوں کے انتظار و کوشش کا سوچا سمجھا منصوبہ ہے جس کے لیے یہ حوالے بنائے گئے ہیں حوالے لائے نہیں گئے۔ درحقیقت یہ حوالوں کی نقل نہیں کی گئی بلکہ تحریف کی گئی ہے۔

تو یہ عذر، عذرِ گناہ بدتر از گناہ قسم کا ہے کہ حوالے نقل کیے گئے ہیں از خود کچھ نہیں بنایا گیا۔ حالانکہ مودودی صاحب نے یہ سب کچھ ایک خاص چالاکی سے دیدہ دانستہ قصداً لکھا ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ اس میں آپ کی کیا اغراض و مصلحتیں پوشیدہ و مخفی ہیں۔ ممکن ہے اس ذریعہ سے شیعہ افسران، شیعہ پیران، و

سجادگان اور ان کے مریدین و معتقدین کو راضی و خوش کر کے سیاسی اقتدار کا حصول مقصود ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم بما فی صدور العالمین۔

خلاصہ یہ کہ (۱) اسلامی تعلیمات کتاب و سنت میں ملوکیت کا کسی جگہ ذکر نہیں۔ ہمیں معلوم نہیں کہ سلفِ صالحین صحابہ کرامؓ تک سے منہ موڑنے والے براہِ راست کتاب و سنت سے دین سمجھنے والے جدید لیڈر صاحبان نے کتاب و سنت کو چھوڑ کر ملوکیت کا لفظ کن انسانوں کی کتابوں سے لے کر صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد والے سارے مسلمان خلفاء کو اس لفظ سے مطعون کر ڈالا۔ علاوہ ازیں کتاب و سنت میں یہ بھی کہیں نہیں کہ خلافتِ راشدہ کے بعد ایسی ملوکیت ہو گی جو شریعت کی حدیں توڑ دے گی۔ حلال و حرام کی تمیز نہ کرے گی۔ کتاب و سنت کے صریح احکام کی خلاف ورزی کرے گی۔ اور شریعت کے احکام پر عمل کرنے سے صاف انکار کر دے گی۔ یہ سب کچھ انسانوں کی لکھی ہوئی کتابوں کو ہاتھ نہ لگانے والے جدید مفکر صاحب نے محض انسانوں کی لکھی ہوئی خرافات و ہفواتِ موضوعہ و مردودہ پر ایمان لا کر دوسرے سادہ دل مسلمانوں کو بھی ان پر ایمان لانے کی دعوت دی ہے۔

(۲) تیس سالہ خلافتِ راشدہ صرف آیت وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ الخ کے وعدہ کے مطابق سابقین اولین مظلوم صحابہ کرامؓ کے لیے مخصوص تھی جو بعد والے کسی کے لیے نہیں حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام و حضرت مہدیؒ تک کے لیے بھی یہ مخصوصہ موعودہ قرآنی خلافت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ حضرات اُن مظلوم صحابہ کرامؓ میں

شامل نہیں ہو سکتے۔ وہ صرف سابقینِ اوّلین مظلوم صحابہؓ کے لیے موعود تھی، جس کو معجزانہ پیش گوئی اور اخبارِ غیب کے طور پر حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ یہ موعودہ قرآنی خلافت میرے مظلوم صحابہ کرام سابقینِ اوّلین کی تیس سال تک رہے گی۔ پھر ثم اللہ یؤتی ملکہ من یشاء کے مطابق خلافتِ عامّہ ملکی ہوگی جس میں عام افرادِ امت کی طرح خلفاء وامراء نیک و بد، ظالم و عادل ہوتے رہیں گے۔

(۳) تیس سالہ خلافت راشدہ کے بعد والے قریشی خلفاء اسلام کی خلافت و حکومت بھی خلافِ اسلام نہ تھی۔ اگرچہ ان میں سے بعض کے بعض اعمال و افعال محمودہ و پسندیدہ نہ تھے۔ تاہم اسلامی حکومت بجا طور پر قائم و نافذ تھی۔

(۴) اسلام میں قیامِ حکومت و خلافت چار طریقوں میں سے جس طریقہ پر ہو جائے وہ صحیح اور جائز اسلامی حکومت ہے:۔

(۱) نصِ شارع علیہ السلام سے۔

(۲) اربابِ حلّ وعقد یعنی ملک کے اہلِ رائے، اہلِ عدل، دین دار فہمیدہ و سنجیدہ اہلِ علم لوگوں کے شوریٰ سے کسی کو خلیفہ و امام بنایا جائے قرآن شریف میں سورۃ شوریٰ میں جہاں اَمرُھُم شُوریٰ فرمایا گیا ہے، وہاں اس کے مابعد اور ماقبل ان اہلِ شوریٰ کے اوصاف کا ذکر موجود ہے جو کہ ایمان دار، متقی، نماز و زکوٰۃ کے پابند اور نہایت حلیم و بردبار، معاملہ فہم اور منصف مزاج، رحم دل لوگ ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ قرآن مجید کی

ہدایت و حکم کے موافق اہلِ شوریٰ ہیں۔ انہی کے ذریعہ اسلام دائم قائم ہو سکتا ہے۔ انہی کو اہلِ حل و عقد کہا گیا ہے۔ نہ کہ تمام مرد و زن، فساق و فجار، غنڈے، بدمعاش، ظالم شریر، فتنہ باز لوگوں کو اہلِ شوریٰ اور ہر شہری مرد و زن کی جمہوری رائے کو شوریٰ کا مصداق قرار دیا جائے۔ اگر ایسا ہوگا تو پھر اسلام کبھی نہ آئے گا۔ بلکہ ایسے لوگ اسلام کو بیخ و بُن سے اُکھاڑ ڈالیں گے

(۳) امام و خلیفۂ سابق اپنے بعد کسی کو نام زد و معیّن کر جاوے۔

(۴) کسی کافر یا فاسق و ظالم بادشاہ کو کوئی اہلِ ایمان لائقِ خلافت و حکومت عادل آدمی حکومت سے ہٹا کر غلبہ و تسلّط سے خلیفہ بن جائے۔

ہمیشہ اسلامی حکومتیں ان چار طریقوں سے قائم ہوتی رہی ہیں۔ یورپ اور مغرب کی اندھی تقلید میں ہر شہری کی جمہوری رائے سے حکومت قائم کرنے کا نام اسلامی خلافت رکھنا اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت یا اسلامی تعلیمات کی تحریف ہے۔ اعاذنا اللہ منہا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو حق سمجھنے اور حق پر رہنے کی توفیق بخشے آمین۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا
تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

الحیدری میڈیا

CamScanner

فہرست مضامین

نمبر شمار		صفحہ	نمبر شمار		صفحہ
١	امیر جماعت اسلامی کی غیر اسلامی خدمت۔	٣	١٢	خلافت کی دو قسمیں	٣٠
٢	اسلام کا نظام شورائی ہے… جمہوری نہیں۔	٥	١٣	خلافتِ خاصہ کی خصوصیات	٣١
٣	جمہوریت مودودی صاحب کی نگاہ میں معبود باطل ہے	٦	١٤	مودودی صاحب کی تفسیر یا تحریف	٣٣
٤	اہل حق کا نظریہ خلافت	٨	١٥	خلاصہ	٣٥
٥	مودودی صاحب کی لفظی تعلّی	٩	١٦	خلافتِ خاصہ اور خلافتِ عامہ میں فرق	٣٧
٦	ملوکیت کا لفظ	١٢	١٧	خلافت وحکومت کا انجام وآغاز	٤٣
٧	مودودی صاحب کا عملی تسفل	〃	١٨	سیدنا عثمانؓ کے فضائل ومناقب	٤٤
٨	قرآن وحدیث میں خلیفہ وملک وغیرہ مترادف الفاظ ہیں	١٣	١٩	مودودی صاحب ومودودیوں کا ظلمِ عظیم۔	٤٨
٩	خلفاء وخلیفہ	〃	٢٠	امامِ مظلوم کے خلاف سبائی اعتراضات اور ان کے جوابات	٤٩
١٠	ملک و ملوک	١٤	٢١	شورش کے اصل اسباب	٥٤
١١	امام و ائمہ	١٥	٢٢	فتنۂ ابن سبا	〃

نمبر شمار		نمبر صفحہ
۲۳	امامِ جلیل کا کردارِ عظیم	۵۷
۲۴	حضراتِ صحابہؓ کا مقام	۵۸
۲۵	حضرت معاویہؓ کے فضائل	۶۰
۲۶	حضرت امیر معاویہؓ اور امام جیلانیؒ۔	۶۴
۲۷	حضرت معاویہؓ اور حضرت سیدنا حسنؓ کی مصالحت کی بشارتِ نبویہؐ۔	۶۵
۲۸	حضرت معاویہؓ کا کمال	۶۷
۲۹	خلافتِ معاویہؓ کی نبوی پیش گوئی اور حضرت حسنؓ کا عمل۔	۶۸
۳۰	مسلمان باہمی لڑائی کے بعد بھی مسلمان رہتے ہیں۔	۶۹
۳۱	اس سلسلہ میں حضرت سیدنا علیؓ کے ارشادات۔	۷۱
۳۲	سبائی ہفوات وخرافات	۷۳
۳۳	حضرت سیدنا معاویہؓ کا صحیح موقف۔	۷۴

نمبر شمار		نمبر صفحہ
۳۴	حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ اور حضرات طلحہؓ و زبیرؓ کا موقف	۷۴
۳۵	مودودی صاحب کا کمال	〃
۳۶	جنگِ جمل وصفین میں فریقین اہلِ حق تھے۔	۷۵
۳۷	حضرت معاویہؓ حق پر تھے۔	۷۶
۳۸	باغی صرف سبائی تھے، نہ کہ حضرت معاویہؓ وغیرہ۔	〃
۳۹	یزید کی ولی عہدی	۷۸
۴۰	تقررِ امام وخلیفہ کی چار شرعی صورتیں۔	〃
۴۱	صحابہ کرامؓ کے خلاف روایات کی حقیقت۔	۸۴
۴۲	حضرات صحابہ کرامؓ کے متعلق مسلکِ اہلِ سنت	۸۵
۴۳	معاندینِ صحابہؓ کے متعلق ارشاداتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم	۸۷

CamScanner

نمبر شمار		نمبر صفحہ
۴۴	صحابۂ کرامؓ کے خلاف اکثر روایات سبائی روافض کی ہیں۔	۹۲
۴۵	تاریخ کا ماخذ چار کتابیں	"
۴۶	ان چار کتابوں کی حقیقت	۹۳
۴۷	بُغضِ صحابہؓ کی کرشمہ کاریاں	۹۶
۴۸	اس ہٹ دھرمی کا کیا علاج	۹۷
۴۹	خواہشِ نفس کا اتباع	۹۹
۵۰	استلحاقِ زیاد	۱۰۱
۵۱	برسرِ منبر سب وشتم	"
۵۲	شرافت و انسانیت سرپیٹ کر رہ گئی۔	۱۰۳
۵۳	دیگراں را نصیحت، خود میاں فضیحت	۱۰۴
۵۴	ایک گمراہ کن مغالطہ اور اس کا جواب	۱۰۵
۵۵	اہلِ باطل کا حربہ	۱۰۹
۵۶	مدعی سست گواہ چست	۱۱۳
۵۷	بالکل بہتان اور سراسر افتراء	۱۱۵
۵۸	مستشرقین حضرت معاویہؓ کی مدح سرائی کرتے ہیں۔	۱۱۹
۵۹	خلاصۃ الکتاب	۱۲۳

علماءِ دیوبند کے علوم کا پاسبان
دینی وعلمی کتابوں کا عظیم مرکز ٹیلیگرام چینل
حنفی کتب خانہ محمد معاذ خان
درس نظامی کیلئے ایک مفید ترین ٹیلیگرام چینل

جامعہ انوار الصحابہ ایک نظر میں

○ الحمد للہ اکابر علماء و بزرگانِ دین کی خصوصی دعاؤں اور بابرکت ہاتھوں سے جامعہ انوار الصحابہ کا ۱۹۹۲ء میں سنگِ بنیاد رکھا گیا۔

○ جامعہ میں شعبہ تحفیظ کی سترہ ۱۷ کلاسیں ہیں جس میں محنتی اور مشفق قراء کرام تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

○ جامعہ کو درسِ نظامی دورہ حدیث تک تمام شعبہ جات میں ماہر و تجربہ کار اساتذہ کی خدمات حاصل ہیں۔

○ سالانہ تعطیلات میں تفسیر القرآن، دورہ صرف و نحو (عربی گرامر) اور مناظرہ ادیانِ باطلہ پڑھائے جاتے ہیں۔ جس میں ملک کے طول و عرض سے علماء کرام اور کراچی شہر کے مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد استفادہ کرتے ہیں۔

○ جامعہ اور اس کی شاخوں سمیت مقیم طلبہ (مہمانانِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعداد چھ ۶۰۰ سو سے متجاوز ہے۔ نیز طالبات کی تعداد تقریباً دو سو پچاس ۲۵۰ ہے جو کہ غیر رہائشی ہیں۔

نوٹ: جامعہ میں طلبہ و طالبات کی دینی، علمی اور اخلاقی تربیت پر مشتمل عملہ ہمہ وقت مصروفِ عمل ہے۔ جامعہ تمام مقیم طلبہ (مہمانانِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم) کی جملہ ضروریات کا کفیل ہے جبکہ جامعہ کی کوئی مستقل آمدنی نہیں ہے تمام اخراجات اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مخیر حضرات کے صدقات و عطیات اور زکوٰۃ سے پورے فرماتے ہیں۔

الداعی الی الخیر

اراکین جامعہ انوار الصحابہ میٹروول III، بلاک ۲، گلزار ہجری، کراچی

فون: ۰۲۱-۳۴۶۳۱۴۰۴ - ۳۴۶۵۰۹۸۸